رسوماتِ محرّم
اور
تعزیہ داری
محمود احمد عباسی مرحوم
www.scribd.com/deeneislaam

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رسوماتِ محرّم و تعزیہ داری

رسوماتِ محرّم و تعزیہ داری اور "ماتم حسین" کے بارے میں روافض و فرقہ شیعہ کے عقائد و خیالات و جذبات و اعمال جو کچھ بھی ہیں اس رسالہ میں ان سے نہ کچھ بحث ہے اور نہ کوئی تعرض و تنقید، یہ رسالہ تو محض برادرانِ اہلِ سُنّت خصوصاً سُنّی عوام کی اصلاح خیال اور درستی اعمال کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے۔ علمائے اہلِ سُنّت والجماعت کراچی کے متفقہ فتاوٰی کے علاوہ جو آئندہ اوراق میں آپ ملاحظہ کریں گے بزرگانِ دین و سلف صالحین کے بعض ارشادات مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی کے رسالہ "محرّم و تعزیہ داری" سے جو نصف صدی پہلے شائع ہوا تھا برادرانِ اہلِ سُنّت کی مزید واقفیت واستفادہ کی غرض سے اول پیش کئے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی رسالہ "محرّم و تعزیہ داری" کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

شریعت اسلام میں حادثہ کربلا کی یادگار قائم رہنے کی بابت کوئی ہدایت موجود نہیں اور نہ حضرات صحابہؓ و تابعین نے واقعہ کربلا کی بناء پر عاشوراء میں کوئی تقریب کسی قسم کی قائم کی۔ رفتہ رفتہ عہدِ رسالت سے جتنی دوری ہوتی گئی جہاں اور بہت سی رسوم بیرونی اثرات کی بناء پر مسلمانوں میں شامل ہوگئیں وہاں محرّم کے نام سے بھی

ایک خاص تقریب کا اضافہ ہو گیا احادیث نبویؐ، آثار صحابہؓ، اقوالِ سلف صالحین کہیں سے اس رواج کا پتہ تین ساڑھے تین سو سال تک کے زمانے میں نہیں چلتا، البتہ یہ واقعہ تاریخوں میں درج ہے کہ ایک عباسی خلیفہ ایک مشہور ذی اثر شیعی وزیر معزالدولہ نے ۳۵۲ھ میں شہادت امام حسینؓ کی یادگار منانے کے لئے یوم عاشورہ کو مقرر کر دیا، اسی وزیر کے حکم سے اسی سنہ میں جامع مسجد بغداد پر صحابہ کرامؓ پر تبرا لکھی گئی، پس اہل سُنت کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عاشورہ کو بطور یوم ماتم قرار دینا ان کے ہاں کے کسی بزرگ کے حکم کی تعمیل نہیں۔ بلکہ یہ ایجاد ایک شیعی وزیر سلطنت کے دماغ کی ہے .... اودھ میں شیعی سلطنت چونکہ عرصہ تک قائم رہی اس لئے قدرتاً یہاں کے سُنّیوں کے تمدن و معاشرت میں شیعیت کے اجزاء بکثرت شامل ہوئے اور تعزیہ داری کا رواج بھی یہاں کے اہلِ سُنت میں بہت پھیل گیا ہے کوئی دستور جب پرانا ہو جاتا ہے تو عوام اسے اپنے مذہب و اعتقاد کا جزء سمجھنے لگتے ہیں۔ یہی صورت رسم تعزیہ داری سے متعلق بھی ہے، جن آبادیوں میں صحیح مذہبی تعلیم نہیں پھیلتی ہے اور لوگ شریعت اسلام کی صحیح تعلیم سے ناواقف ہیں وہاں قدرتاً یہ رواج بہت سختی سے پھیلا ہوا ہے۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد

اکابر اہلِ سُنت میں امام غزالیؒ کا قول ہے کہ ذکر شہادت مجلس میں بیان کرنا ناجائز ہے کہ اس سے خواہ مخواہ بعض صحابہؓ کی جانب سے دل میں بغض و عناد پیدا ہوتا ہے۔ اور تقریباً یہی رائے شاہ ولی اللہؒ کی بھی ہے۔ ابن حجر مکی، حضرت مجدد سرہندیؒ اور شیخ عبدالحقؒ دہلوی نے بھی بدعات محرّم پر پُر زور الفاظ میں لکھا ہے اور متأخرین میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ و مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی و مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مستقبل و مفصل و فتاوی تعزیہ داری و دیگر مراسم محرّم کی شدید ممانعت میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ تقریباً چھتّر علمائے موجودہ کے فتاوی بھی آگے ملاحظہ سے گزریں

گے اس فہرست میں دیوبند، فرنگی محل، ندوہ، بریلی، بدایوں، دہلی، لکھنؤ، حیدر آباد دکن، بھوپال، بنگال، پنجاب سب کہیں کے علماء کرام کے اسم گرامی نظر آئیں گے۔ ان تمام فتاوی پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہو گا کہ مختلف عقائد و خیالات کے عالموں میں سے کسی ایک صاحب نے بھی تعزیہ داری اور اس کے مراسم متعلقہ کیلئے جواز نہیں دیا۔ بعض نے ناجائز لکھا ہے، بعض نے مکروہ تحریمی اور اکثر نے حرام اور حرام مطلق اور شرک، یہ سارے اختلافات اصطلاحی ہیں۔ بہر صورت اس رسم کے مذموم اور قابل ترک ہونے پر سب کا کامل اتفاق ہے۔ برادران اہلِ سُنت سے التماس ہے کہ ٹھنڈے دل سے ان تمام فتوؤں کو غور سے پڑھیں اور اگر توفیق خداوندی ساتھ دے تو ان پر عمل کریں اور اپنی بستی کے دوسرے بھائیوں کو عمل پر آمادہ کریں۔

☆☆☆☆☆

احادیث نبویہ ماتم و سر کوبی وغیرہ کی مذمت میں

۱) قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لیس منّا من ضرب الخدود وشق الجیوب و دعیٰ بدعوی الجاهلیة : (صحیح بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماتم میں مُنہ پیٹا، گریبان پھاڑا اور اہلِ جاہلیت کی طرح واویلا کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی ہماری اُمت سے نہیں۔

دوسری روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

۲) انابری فمن حلق و صلق و خرق۔ (رسالہ محرّم و تعزیہ داری صفحہ ۷ ۳)

جو اپنے بال غم میں منڈوائے، نوحہ کرے اور کپڑے پھاڑے اس سے میں بیزار ہوں۔

۳) لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علیه النائحة والمستمعة: (ابوداؤ)
نوحہ جس نے پڑھے اور جس نے سنے اس پر رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

۴) نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن المراثی (ابن ماجہ)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیہ خوانی کی ممانعت فرمائی ہے۔

۵) لعن اللّٰه زار بلا مزار (کتاب السراج بروایت خطیب)
ارشاد نبویؐ ہے کہ جس نے زیارت کی ایسی قبر کی جس میں نعش یعنی مردہ نہ ہو وہ ملعون ہے۔ تعزیہ ایسی ہی قبر کی طرح ہے۔

۶) من احدث حد ثاً واوی مُحدثا.فعلیه لعنة اللّٰه و الملئکة والناس اجمعین۔ لا یقبل اللّٰه منه صرفاً ولا عدلاً (رواة الطبرانی)
جس نے کوئی نئی بات دین میں نکالی یا بدعتی کو جگہ دی پس اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ قبول ہو گی اس سے عبادت فرض نہ نفل۔

☆☆☆☆☆

بزرگانِ دین کے فرمودات

۷) ارشاد امام غزالیؒ۔

یحرم علی الواعظ و غیره روایة مقتل حسین و حکایة ماجری بین الصحابة من التشا جرو التخاصم فانه یهیج علی بغض الصحابه ولطعن فیهم وهم علامة الدین تلقی الائمةالدین عنهیم روایة وتلقینا عنهم فالطا عن فیهم طاعن فی دینه۔ (احیاء العلوم وصوائق محرقہ)

واعظ ہو یا کوئی اور اس کے لئے مقتل حسینؓ کے واقعات بیان کرنا حرام ہے

اس طرح صحابہ میں جو باہمی مشاجرہ و تنازعہ ہوا اس کو بھی نہیں بیان کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ باتیں صحابہ کے بارے میں بغض و طعن پر اُبھارتی ہیں حالانکہ صحابہ کرامؓ دین کے علماء ہیں ائمہ دین نے انھیں سے سیکھا ہے اور ہم نے اسے ائمہ سے حاصل کیا ہے۔ پس صحابہ پر طعن کرنے والا دراصل اپنے ہی دین پر طعن کرتا ہے۔

۸) ارشاد شیخ الشیوخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ

ولوجاز ان تیخذ یوم موته یوم مصیبة لکان یوم الاثنین اولیٰ بذالك اذقبض اللّٰه تعالیٰ نبیه محمد صلی اللّٰه علیه وسلم و کذ الك ابوبکر الصدیق قبض فیه۔

اور اگر یوم وفاتِ حضرت حسینؓ کو "یوم ماتم" قرار دینا جائز ہوتا تو اس سے کہیں زیادہ حقدار تو دو شنبہ کا دن ہے کہ اسی روز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کرائی اور اسی روز ابوبکر الصدیقؓ کی وفات ہوئی۔
(غنیۃ الطالبین ج ۲ : ص ۳۸)

۹) ارشاد ابن حجر مکیؒ۔

وایّاه ثم ایاه ان یشتغل فی یوم عاشوراء ببدع الرافضة من الندب والنیاحة والحزن اذلیس ذلك من اخلاق المئو منین والا لکان یوم وفاته لولیٰ بذالك۔

خبردار! خبردار! کہ عاشورہ کے دن رافضیوں کی بدعتوں میں کوئی مبتلا نہ ہو اور نہ گریہ وزاری آہ و بکاء کرے نہ غم والم کا اظہار کرے کیونکہ یہ مسلمانوں کی خصلت نہیں۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو جس دن آپ کی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) وفات ہوئی وہ دن اس سلوک کا زیادہ مستحق تھا۔

۱۰) ارشاد امام تیمیہؒ شیخ الاسلام

بدعة الحزن والنوح یوم عاشوره من الاطم ولصراخ والبکاء والعطش

وانشاد المراثی وما یفضی ذلك من سب السلف ولعنهم حتیٰ یسب السابقون
الاولون وتقراء اخبار مصرعه (الحسین) التی کثیر منها کذب وکان قصد من
سن ذالك فتح باب الفتنة والفرقة بین الامة (منہاج السُنّۃ جلد ۲ : ص ۲۴۸)

عاشورہ کے دن ماتم و نوحے کی بدعت جو مُنہ پیٹے واویلا مچانے اور رونے دھونے اور مرثیے پڑھنے سے منائی جاتی ہے سلف کی بدگوئی اور لعنت ملامت پر حتیٰ کہ سابقون الاوّلون کی دشنام دہی تک لے جاتی ہے حضرت حسینؓ کے واقعہ کے بیان میں بہت زیادہ جھوٹ ہوتا ہے۔ جس کسی نے اس رسم کو جاری کیا اس کا مقصد امت میں فتنہ و تفرقہ کا باب کھولنا تھا۔

۱۱) ارشاد شاہ عبدالحقؒ محدث دہلوی

طریقہ اہلِ سُنّت آنست کہ دریں روز (عاشورہ) از متبدعات فرقہ رافضیہ مثل مذبہ و نوحہ و عزاوامثال آں اجتناب کنند کہ آں نہ از داب مؤمنان ست والا روز وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ واحریٰ می بودبداں۔ (شرح سفر السعادت)

اہلِ سُنّت کا دستور یہ ہونا چاہئے کہ روز عاشورہ کو فرقہ رافضیہ کی نکالی ہوئی بدعتوں مثلاً مرثیہ، وماتم و نوحہ وغیرہ سے اجتناب کیا جائے کہ یہ کام مومنوں کی شان کے لائق نہیں، ورنہ غم والم کے سب سے زیادہ حقدار تو خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات تھا۔

۱۲) ارشاد شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی۔

اس زمانہ میں جو خرابیاں ہمارے واعظوں میں پیدا ہوگئی ہیں ان میں سے ایک خرابی ان کا نہ تمیز کرنا درمیان موضوعات وغیرہ موضوعات (کے قصوں) کے ہے اور ان ہی قصوں میں کربلا کا قصہ بھی ہے۔ (القول الجمیل)

۱۳) ارشاد شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی۔

تعزیہ بنانا ناجائز ہے اور بنانے والا اس کا فاسق ہے (کمالات رحمانی ص ۷ ۱۴)

آپ نے مسجد میں عبادتِ خدا کا عزم کیا تو مسجد کی بغل میں تعزیہ بھی رہتا تھا آپ نے جوش شریعت میں آ کر آگ لگادی (ص ۲۳) تعزیہ داروں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ فاسق و جہنمی ہیں۔ (ایضاً ص ۳۶)

☆☆☆☆☆

سابق علمائے کرام اہلِ سُنّت کے متفقہ فتوے

فتویٰ شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی :

۱) عشرہ محرّم میں تعزیہ داری اور ضریح و تصویر وغیرہ بنانا جائز نہیں اس لئے کہ تعزیہ داری سے مراد یہ ہے کہ زینت اور لذتوں کو ترک کیا جائے اور صورت رنجیدہ و غمگین بنائی جائے یعنی سوگوار عورتوں کی طرح پیٹا جائے۔ مرد کیلئے ایسی کوئی صورت شریعت سے کہیں ثابت نہیں ہوتی اور تعزیہ داری جیسی کہ بدعت کرنے والوں نے نکال رکھی ہے، اسی طرح ضریح، تصویر، قبور اور علم وغیرہ سب بدعت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ اس قسم کی بدعت نہیں جس کا مواخذہ نہ ہو بلکہ بدعت سیئہ ہے اور بدعتِ سیئہ کی بابت حدیث میں وارد ہے کہ دین میں نئی بات نکالنا بدترین عمل ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (یہ روایت مسلم میں ہے) اور جو شخص ایسی بدعت نکالتا ہے اس کی بابت یہ حکم ہے کہ یہ بدعت اسے لعنت خداوندی میں گرفتار رکھتی ہے اور اس کی عبادت خواہ فرض ہو یا نفل مقبول نہیں ہوتی۔

۲) یہ تمام چیزیں یعنی تابوت و تعزیہ کی زیارت کرنا، اس پر فاتحہ پڑھنا اور مرثیہ کہنا اور پڑھنا یا سننا اور فریاد و نوحہ اور سینہ کوبی و ماتم ناجائز ہیں۔ کتاب السراج میں خطیب سے حدیث منقول ہے کہ فرضی مزار اور فرضی تابوت کی زیارت کرنے والوں پر خدا کی لعنت ...... فریاد و نوحہ و سینہ کوبی وغیرہ سب حرام ہیں، حدیث میں وارد

ہے کہ جو شخص پچھاڑیں کھائے یا بلند آواز سے روئے یا اپنا گریبان چاک کرے وہ ہم
میں سے نہیں نیز یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جس نے اپنا مُنہ پیٹا یا اپنا گریبان پھاڑا یا
جاہلیت والوں کی طرح پکارا اور واویلا کیا، وہ ہم میں سے نہیں۔ (رسالہ محرّم
ص ۵۵، ۵۷)

فتویٰ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی (لکھنؤ):

اس سوال کے جواب میں کہ تعزیہ بنانا اور علم رکھنا اور سینہ کوبی کرنا اور مالیدہ
و شربت سامنے تعزیہ کے رکھنا اور اس پر نذر دینا اور اس کو تبرک جان کر کھانا اور پینا
اور یوم عاشورہ کو ہمراہ تعزیہ کے ننگے سر جانا اور بعد دفن تعزیہ تیسرے روز سوم کرنا
مثل سوم مردہ کے اور اس میں اول قرآن خوانی کرنا، اور پھر مرثیہ پڑھنا اور الائچی
دانے تقسیم کرنا یہ امور واجب ہیں یا سُنّت، یا بدعت ہیں یا حرام اور ممنوع اور انکار
کرنے والا کیسا ہے۔ فرمایا کہ یہ سب امور بدعت اور ممنوع ہیں اور مرتکب ان کا
مبتدع اور فاسق ہے۔ (رسالہ محرّم ص ۶۴)

فتویٰ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ:

اس سوال کے جواب میں کہ مجلسِ محرّم حضرت حسینؓ کی مقرر کرنا جائز ہے
یا ناجائز۔ یہ فتویٰ تحریر فرمایا کہ غم کی مجلس تو کسی کے واسطے درست نہیں کہ حکم
صبر کرنے اور غم کے رفع کرنے کا ہے۔ تعزیہ و تسلیہ اسی واسطے کیا جاتا ہے تو اس کے
خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت ہوگا اور شہادت حسینؓ کا ذکر مجمع کر کے سوائے اس کے
کہ مشابہت رافض کی بھی ہے اور تشبہ ان کا حرام ہے۔ لہٰذا عقد مجلس کا درست نہیں
فقط واللہ علم۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ : ص ۳۷)

نیز جواب سوال دیگر ارشاد ہوا۔

ذکر شہادت کا ایام عشرۂ محرّم میں کرنا بمشابہت روافض منع ہے اور ماتم نوحہ

کرنا فی الحدیث نھی عن المراثی (الحدیث) اور خلاف روایات بیان کرنا سب
ابواب میں حرام ہے۔ تقسیم صدقات تخصیص ان ایام میں کرنا، اگر یہ جانتا ہے کہ آج
ہی زیادہ ثواب ہے تو یہ بدعت ضلالہ ہے۔ علیٰ ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کے
ساتھ کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ اور سید کو حرام ہے۔ اس پر طعن کرنا
فسق ہے۔ فقط واللہ اعلم: (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ : ص ۴۴، ۴۵)

دیگر علماء کے فتوے:

ایک استفتاء کے ان سوالوں کے بارے میں کہ

۱) آیا تعزیہ داری ازروئے شریعت اسلام جائز ہے؟
۲) حضرت حسینؓ کا نام لے کر ماتم کرنا، نوحہ پڑھنا، سینہ کوبی کرنا، ضریح،
براق و تابوت بنانا ان پر روشنی کرنا، علم و ذوالفقار اُٹھانا، ڈھول تاشہ بجانا، سبیل لگانا۔
۳) اور ان مراسم پر روپیہ صرف کرنا
۴) ان مراسم کی حمایت میں مسلمانوں کا خود آپس میں لڑنا اور اس ہنگامہ و جدال کو
فی سبیل اللہ سمجھنا کس حد تک درست ہے۔
۵) آیا اسلام نے کسی نبی ولی کی وفات یا شہادت پر سالانہ "یوم غم" قائم کرنا اور
اس روز نوحہ خوانی و ماتم زنی کو جائز رکھا ہے۔
۶) یوم عاشورہ، یوم مبارک ہے جس کے فضائل احادیث میں مروی ہیں یا یوم
نحس اس پر برصغیر ہند کے جن ۵۷ اکابر علمائے اہلِ سُنّت کے فتاوی رسالہ محرّم و
تعزیہ داری میں درج ہیں ان میں

۱) مولانا اشرف علی تھانوی ۲) مولانا محمد نذیر حسین دہلوی
۳) مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ۴) مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی
۵) مولانا سید حسین احمد مدنی ۶) علامہ سید سلیمان ندوی

و دیگر علمائے دیوبند و بریلی وبدایون و بھوپال و بنگال وغیرھم کے فتاوی شامل

ہیں جن میں تعزیہ داری اور رسوماتِ محرّم کو متفقہ طور سے ناجائز و حرام بتایا گیا ہے۔
مثلاً علمائے دیوبند نے مندرجہ بالا چھ سوالوں کے جواب میں یہ فتویٰ دیا۔

فتویٰ علمائے دیوبند :

الجواب : ۱) (تعزیہ داری) ناجائز و حرام ہے۔ فقط

۲) (رسومات محرّم) یہ جملہ رسوم باطل و حرام ہیں۔

۳) (رسومات میں روپیہ صرف کرنا) اسراف ہے اور حرام بتانا جائز ہے۔ فقط

۴) (لڑائی دنگا) ناجائز ہے بلکہ یہ رسوم مٹانے کے قابل ہے جس طرح ہو ان کو مٹادے اور فی سبیل اللہ کہنا اس جنگ و جدل کو عموماً اور مطلقاً غلط ہے۔

۵) (یوم غم) منانا جائز نہیں رکھا بلکہ اس سے سخت منع فرمایا ہے۔

۶) (یوم عاشورہ) یوم عاشورہ روز مبارک ہے اس میں روزہ رکھنا اور وسعت طعام میں کرنا مستحب ہے باقی رسوم جہلاء کی پابندی کرنا ممنوع ہے اور اس مبارک دن کو منحوس سمجھنا جہالت اور گمراہی ہے۔ احادیث میں اس دن کی فضیلتیں وارد ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے بارے میں فرمایا ہے۔

صیا م یوم عاشوره احتسب علی اللّٰه ان یکفر السیئة اللتی قبله فقط
واللہ اعلم کتبہ (مفتی عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند) ۱۶، صفر ۴۳ھ
الجواب : (مولانا) محمد انور (شاہ) عفااللہ عنہ

فتویٰ علمائے اہلِ سُنّت بریلی :

اس استفتاء کے جواب میں کہ بنابر شوکت و دبدبہ اسلام تعزیہ بنانا اور نکالنا و علم و برق وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں، مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے حسب ذیل فتویٰ دیا، دوسرے بریلوی و بدایونی علماء کے فتوے بھی اسی کے ذیل میں شامل ہیں۔

الجواب : علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکتِ اسلام نہیں ہوتی۔ تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے۔ اور اس سے منت ماننا اور حماقت اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم، مسلمانوں کو ایسے حرکات و خیالات سے باز آجانا چاہیئے۔
واللہ تعالیٰ اعلم ۔ (مہر) فقیر احمد رضا خان عفی عنہ (بریلی)

تعزیہ بنانا بدعت، اس سے شوکت و دبدبہ اسلام نہیں ہو سکتا، مال کا ضائع کرنا، اس کیلئے سخت وعید آئی ہے۔ مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے خدا محفوظ رکھے۔ آمین۔ واللہ اعلم (فقیر مصطفیٰ رضا خاں البریلوی النوری البرکاتی عفی عنہ،
فقیر حسین احمد عفی عنہ کھوری) ھٰذا الجواب صحیح۔

ان بدعات میں مال کا ضائع کرنا ہے۔ مسلمانوں کو بچنا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(مہر) امجد علی اعظمی مدرس اہلِ سُنّت بریلی۔

امور بدعت و تضیع مال سے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(مہر) فقیر نواب مرزا قادری البریلوی۔

مطابق تحقیق محققین اہلِ سُنّت تعزیہ، علم، بیرق بنانا، نکالنا درست نہیں۔ علمائے صالحین معتبرین نے اس کو ہمیشہ سے ناپسند رکھا ہے بالخصوص اس کا دفن کر دینا کہ یہ اسراف مال ہے کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ ناجائز فعل سے اگر شوکت اسلام قصد کی جائے جب بھی وہ فعل جائز نہ ہوگا، ماتم کا نام ہے اور درحقیقت لہو و لعب کھیل کود اور تماشہ ہے۔ محمد حبیب الرحمان القادری الحنفی (بدایوں)

الاجواب صحیح۔ محمد عبدالمقتدر القادری مدرسہ قادریہ (بدایوں)
صح الجواب۔ فضل احمد الحنفی قادری غفرلہ (بدایوں)
ایضاً محمد حافظ بخش عفی عنہ (بدایوں)
ایضاً محمد ابراہیم الحنفی القادری غفرلہ مفتی (بدایوں)

اقول فی الجواب و اللّٰہ تعالیٰ الموافق للصواب۔

عشرہ محرّم الحرام میں جو امور مروجہ فی زمانہ ہیں وہ خلاف کتاب الٰہی و سُنّت حضرت رسالت پناہی ہیں و نیز ائمہ دین و علمائے معتبرین سے سلف نے خلف تک کوئی ان امور کا قائل نہیں ہوا پس جملہ اہلِ اسلام پر لازم واجب ہے کہ ایسے امور کے ارتکاب سے احتراز کریں ورنہ ثواب کے بدلے سخت گناہ و عقاب کے مستحق ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ سید دیانت حسین مدرس اول مدرسہ شمس العلوم بدایون

فی الواقع تعزیہ بنانا بدعت سیئہ ہے۔

یونس علی عفا اللہ عنہ (بدایوں)

شہادت نامے پڑھنے اور مجالس کی شرکت حرام ہے :

مولانا احمد رضا خان بریلوی "رسالہ تعزیہ داری" میں تحریر فرماتے ہیں۔

شہادت نامے نثر ہوں یا نظم جو آج کل رائج ہیں اکثر روایات باطلہ و بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں ایسے بیان کا پڑھنا، سننا خواہ کہیں ہوں مطلقاً حرام و ناجائز ہے خصوصاً جب کہ وہ بیان ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو تو پھر اور بھی زہر قاتل ہے۔ ایسے وجوہ پر نظر فرما کر امام غزالیؒ وغیرہ ائمہ نے حکم فرمایا کہ شہادت نامے پڑھنا حرام ہے۔

محرّم کی مجلسوں میں جانا، مرثیہ سننا حرام ہے۔ نیز محرّم میں سیاہ اور سبز کپڑے پہننا علامات سوگ اور سوگ حرام ہے۔ (احکام شریعت ج ۱ : ص ۷۱)

علمائے اہلِ سُنّت والجماعت کراچی کے متفقہ فتوے :

استفتاء : کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین و علمائے اہلِ سُنّت و الجماعت حسب ذیل مسائل میں :

۱) کیا تعزیہ داری ازروئے شریعت اسلام جائز ہے ؟

۲) ماہ محرّم کے پہلے دس دنوں میں جو مراسم عموماً پاکستان میں رائج ہیں یعنی حضرت حسین بن علیؓ کا نام لے کر ماتم کرنا، نوحے پڑھنا، سینہ کوبی کرنا، تعزیہ و ضریح و روضہ تابوت بنانا، ان کی سجاوٹ کرنا، ڈھول تاشے سے گشت کرانا علم و مہندی اُٹھانا، نامزد کر کے بچ دھج کے ساتھ سبیل لگانا اور اس پر خوب روپیہ صرف کرنا، ان مراسم کی بابت احکام شرعی کیا ہیں ؟

۳) کیا مسلمان مرد، عورت اور بچوں کو محرّم کے جلوسوں میں شریک ہونا اور جگہ جگہ اژدحام کر کے جلوسوں کو دیکھنے کو بیٹھنا اور اپنے بچوں کو تعزیوں اور روضوں کے نیچے سے گزارنا اور اس کو متبرک جاننا، ان ایام میں سبز اور سیاہ رنگ کے کپڑے پہننا اور پہنانا کیا شریعت اسلام میں جائز ہے۔ ؟

۴) آیا اسلام نے کسی نبی یا ولی کی وفات یا شہادت پر سالانہ "یوم غم" قائم کرنے اور اس پر نوحہ خوانی و ماتم زنی کو جائز رکھا ہے۔ ؟

۵) یوم عاشورہ کو حسب تصریح احادیث و فرمان نبوی کیوں کر گذارنا چاہئے آیا یہ یوم مبارک ہے۔ جس کے فضائل احادیث میں مروی ہیں یا یوم نحس ہے۔ بعض سنّی بھی محرّم کے ان دس دنوں میں سوگ مناتے اور اس ماہ میں شادی بیاہ نہیں کرتے اس بارے میں شریعت کے احکام کیا ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب : (۱) تعزیہ داری شرعاً بالکل ناجائز و قطعاً حرام اور باطل محض ہے کیونکہ تعزیہ داری کے معنی یہ ہیں کہ دنیاوی لذتوں اور زینتوں کو ترک کرے، غم والم کی صورت بیٹھنا۔ جس طرح کہ وہ عورتیں جن کے شوہر مر جاتے ہیں اور وہ سوگ میں بیٹھ جاتی ہیں مردوں کے لئے تو بالکل اس قسم کا سوگ ازروئے شریعت اسلام ثابت نہیں، صرف عورتوں کیلئے دو مواقع پر ثابت ہے۔ اگر شوہر مر جائے تو چار مہینہ دس دن اور اگر شوہر کے علاوہ اور کوئی رشتہ دار مر جائے تو صرف تین دن جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تحل لامراۃ تو من باللہ والیوم الاخران تحد علیٰ میت فوق ثلا ثہ لیال الا علیٰ ذوج اربعہ اشہر وعشراً (رواہ البخاری) یعنی کسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ اپنے کسی رشتہ دار کے مرنے پر تین دن تین رات سے زیادہ سوگ میں بیٹھے، بجز شوہر کے اس کے مرنے پر چار ماہ دس دن سوگ میں بیٹھے۔

حضرات شیعہ کی معتبر کتاب من لا حبضرہ الفقیہ (ص ۵۸) میں بھی ہے۔

یصنع للمیت ماتم ثلاثہ ایام یوم مات یعنی میت کے لئے یوم موت سے صرف تین دن رونا چاہئے۔ پس مروجہ تعزیہ داری بلا شبہ بدعت سیئہ اور ضلالت ہے بلکہ بعض رسومات شرکیہ کے لحاظ سے شرک ہے۔

۲) یہ سب امور بدعتِ سیئہ ہیں اور بعض ان میں سے علاوہ بدعت ہونے کے خود بھی حرام ہیں اور بعض میں شرک کا قوی احتمال ہے۔ اس لئے ان تمام امور کا ترک کرنا ضروری اور واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ شر الامور محدثا تہا و کل بدعۃ ضلالۃ ودوی الطبرالی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث حدثاً او اویٰ محدثا علیہ لعنۃ اللہ وللملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ صرفاً ولا عدلاً (یعنی جس نے کوئی بات (دین میں) نکالی یا بدعتی کو جگہ دی پس اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے نہ قبول ہو گی ان سے عبادت فرض نہ نفل)۔

تعزیہ کا جلوس نکالنا، اور اس کے ساتھ ان تمام ناجائز امور کا ارتکاب کرنا علاوہ بدعتِ ہونے کے کفار ہنود کے طرز عمل کے مشابہ ہے اس لئے بھی حرام ہے اس کو غم واندوہ کا نشان قرار دینا بھی تعجب ہے۔ حضرت حسین ابن علیؓ کا نام لے کر ہر سال محرّم میں ماتم کرنا جائز نہیں جیسا کہ اوپر بخاری شریف اور شیعہ کی معتبر کتاب من لا الحیضرہ لا الفقیہ سے معلوم ہوا کہ میت کے لئے یوم موت سے صرف تین

دن تک سوگ کرنا چاہئے۔ نوحہ اور سینہ کوبی کرنا خود شرعاً حرام ہے حدیث شریف میں ہے نہا نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النیاحۃ (ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے) وعن ابی سعید الخدریؓ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنائحۃ والمستمعۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والے اور سننے والے پر لعنت فرمائی ہے)

مجمع البرکات میں ہے یکرہ للرجل تسوید الثیاب وتمزیقھا للتعزیۃ وتسوید الخدود والا یدی وشق الجیوب و خدش الوجوہ ونترالشعور ونثر التراب علی الرؤس والضرب علی الصدر والفخذ وایقاد النار علیٰ القبور فمن رسوم الجاھلیۃ ولباطل۔ (کذافی المفروات مجموعہ فتاویٰ) یعنی کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ اظہار غم میں کپڑے پھاڑے مُنہ پیٹے گریبان چاک کرے، سینہ کوبی کرے اور سر پر مٹی ڈالے یہ سب رسوم جاہلیت اور باطل ہیں) چنانچہ تعزیہ، ضریح، روضہ اور تابوت بنانا، انکی سجاوٹ کرنا، ڈھول تاشے سے ان کی گشت کرنا، عَلَم و مہندی اُٹھانا یہ تمام امور بت پرستی اور شرک میں داخل ہیں۔ ان میں تصویر بنائی جاتی ہے جس کی حرمت کی سخت وعید احادیث میں مذکور ہے۔ تعزیہ یہ تمثال اور نقل ہے، روضہ حضرت حسینؓ کی جس کے متعلق حضرت شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب نوادر میں امیر المومنین (حضرت علیؓ) سے منقول ہے من جدد قبراً او مثل مثالاً فقد خرج عن الاسلام (یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس نے ازسرنو قبر تمثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) سبیل لگانا فی نفسہٖ جب کہ خاص دنوں اور مہینے کی تخصیص نہ ہو اور نہ کسی کے نامزد کی جائے اور سادگی کے ساتھ لگائے تو جائز اور کار ثواب ہے۔ لیکن نامزد کر کے تقریب کی نیت سے بج دھج کے ساتھ سبیل لگانا اور اس پر خوب روپیہ صرف کرنا اور محرّم کے پہلے دس دنوں میں سبیل لگانے کو اور ایام سے زیادہ ثواب سمجھنا جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے شرعاً ناجائز ہے اور ما اھل بغیر اللہ

میں داخل ہے اور اس میں خوب روپیہ صرف کرنا اسراف بے جا میں داخل ہو کر گناہ ہے۔

۳) تعزیہ داری جبکہ قطعاً حرام اور باطل محض ہے اور اس میں تمام رسوم قبیح ترین بدعت اور شدید ترین معصیت ہے اور بے شمار وعیدیں احادیث صحیحہ میں موجود ہیں تو مسلمان مرد و عورت اور بچوں کو ان جلوسوں میں شریک ہونا اور جگہ جگہ اژدہام کر کے جلوسوں کو دیکھنے کے لئے بیٹھنا قطعاً ناجائز، حرام اور سخت گناہ ہے اور اپنے بچوں کو تعزیوں اور روضوں کے نیچے سے گذارنا اور اس کو متبرک جاننا شرک اور بد ترین گناہ ہے، حدیث میں دیکھنے والوں پر لعنت آئی ہے، چنانچہ کتاب السراج میں خطیب کی روایت ہے لعن اللّٰہ من زار بلا مزار ولعن اللّٰہ من زار شبھاً بلا روح یعنی لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اس پر جس نے زیارت کی بلا مزار کے اور لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اس پر جس نے زیارت کی جسم بے جان کی تعزیہ بھی جسم بے جان بلا مزار ہے۔ محرّم میں سبز سیاہ رنگ کے کپڑوں پہننے یا پہنانے کو ضروری سمجھنا قطعاً ناجائز ہے۔ حضرات شیعہ کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں سیاہ رنگ کے کپڑوں کے بارے میں ہے کہ سئل الصادق عن الصلوٰۃ فی القلنسوۃ السود اء فقال لا تصل فیھا فانھا لباس اھل النار وقال امیر المومنین فیما علم بہ صحابہ لا تلبسو ا السواد فانہ لباس فرعون (ص ۶۸) یعنی حضرت صادق سے پوچھا گیا کہ سیاہ قلنسو پہن کر نماز پڑھیں فرمایا کہ ان میں نماز ہر گز نہ پڑھیں اس لئے کہ وہ دوزخیوں کا لباس ہے اور فرمایا امیر المؤمنین نے کہ صحابہ کو یہ تعلیم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) دی کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ سیاہ لباس فرعون کا ہے۔

۴) اسلام نے کسی نبی یا ولی کی وفات پر یا شہادت پر سالانہ "یوم غم" مقرر کرنے اور اس پر نوحہ خوانی کی ہر گز ہر گز اجازت نہیں دی بلکہ برعکس ان افعال پر وعید شدید آئی ہے نہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہؓ کی

شہادت پر سالانہ یوم غم، مقرر کیا؟ نہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سالانہ "یوم غم" مقرر کیا، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ غم منائے۔

۵) یوم عاشورہ مبارک دن ہے اسی میں نوح علیہ السلام کو طوفان سے رہائی ہوئی، اور اسی دن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح اور دشمن کی غرق یابی ہوئی ابتداء اسلام میں اس دن کا روزہ فرض تھا مگر بعد فرضیت رمضان منسوخ ہو کر نفل اور موجب ثواب ایک سال کے روزوں کا باقی رہ گیا اس کے فضائل کتب احادیث میں موجود ہیں اس میں روزہ رکھنا موجب ثواب اور رضامندی خداوندی ہے۔ جو شخص اس کے فضائل جاننے کے بعد نحس قرار دے سخت عاصی و گناہ گار ہے اس دن روزہ رکھنا چاہئے نہ کہ اس لئے حضرت حسینؓ نے اس روز شہادت پائی بلکہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضورؐ نے دسویں محرّم کو روزہ دار یہودیوں سے دریافت فرمایا تھا کہ تم لوگ اس روز کیوں روزہ رکھتے ہو تو یہودیوں نے فضل اور شرف موسیٰ علیہ السلام کا بیان کر کے کہا کہ یہ سب شرف آج ہی کے دن ملے تھے اس وجہ سے روزہ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کو خصوصیت زائد ہے بہ نسبت تم لوگوں کے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر اگلے سال زندہ رہا تو نویں کا بھی روزہ رکھوں گا۔ اس دن میں گنجائش اور مقدور کے موافق کھانے میں اہل و عیال پر وسعت کرنی چاہئے تا کہ تمام سال فراخی ہو۔ ان دنوں سُنّیوں کو سوگ منانا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔ اس مہینے میں شادی بیاہ کرنا بلا شک جائز ہے۔ شریعت میں اس کی کسی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ، اتم

احقر العباد :

محمد صابر غفر لہ نائب مفتی دار العلوم کراچی نمبر ۱ نانک واڑہ ۷۔۸۔۱۱۔۱۴ھ

الجواب صحیح مفتی ولی حسن ٹونکی غفر لہ مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ۵

الجواب صحیح حق والحق احق ان یتبع (مولانا) محمد اکمل غفر لہ، مفتی دار الافتاء جیک لائن کراچی۔ ۷۔۸۔۱۱۔۱۸ ہجری

الجواب صحیح (مولانا) احتشام الحق تھانوی دار الافتاء مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی

الجواب صحیح (مولانا) محمد سلیم اللہ خان شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی۔

الجواب صحیح (مولانا) عبدالحکیم عفی عنہ مدرس مدرسہ دار السلام برنس روڈ کراچی۔

الجواب صحیح فماذابعد الحق الا الضلال (مولانا) محمد یوسف کلکتہ والے شیخ الحدیث بحر العلوم سعودیہ کراچی ۱۔

الجواب صحیح (مولانا) عنایت اللہ م مدرس جامعہ فاروقیہ کراچی۔

الجواب صحیح (مولانا) عبدالرشید خطیب جامع مسجد فاروقی ڈرگ کالونی کراچی۔

الجواب صحیح (مولانا) محمد عظیم الدین عفی عنہ جامعہ فاروقیہ ڈرگ روڈ کراچی۔

الجواب صحیح قاضی سید صادق اللہ ندوی کراچی۔

☆☆☆☆☆

ماتم حسین کی ابتدا

شیعہ و سنّی مؤرخین و مصنفین سب ہی کا متفقہ بیان ہے کہ حادثہ کربلا کے تقریباً تین سو برس بعد ۳۵۲ھ میں ایرانی نسل اور مذہب امیر الامراء معزالدولہ دیلمی نے جو وزارت عظمٰی کے منصب پر فائز تھا اپنے حکم سے "ماتم حسین" کی ابتداء بغداد میں اس زمانہ میں کی تھی جب یہ سب طواف الملوکی سلطنت ضعیف تھی۔ مورخ

ابن کثیر ۳۵۲ھ کے حالات و کوائف کے ضمن میں لکھتے ہیں (البدیہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۲۲۳)

۳۵۲ھ۔ اس سال ماہ محرّم کی دسویں تاریخ کو معزالدولہ نے (خدا اس کا بُرا کرے) یہ حکم دیا کہ بازار سارے بند رہیں، عورتیں ماتمی لباس کمبل کا پہن کر چہرے اپنے کھولے بال بکھیرے نکلیں اور مُنہ اپنے پیٹتی ہوئی "حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالبؓ کا بازاروں میں ماتم کرتی پھریں۔"

ابن اثیر مؤرخ کا بھی بہ تغیر الفاظ یہی بیان ہے (کامل ابن اثیر ج ۲ : ص ۱۹۷) "معزالدولہ نے ۱۰ محرّم ۳۵۲ھ کو عام حکم دیا کہ دکانیں شہر کی بند کر دی جائیں بازاروں میں خرید و فروخت کا کام روک دیا جائے، لوگ نوحے پڑھیں، کمبل کا ماتمی لباس پہنیں، عورتیں بال سر کے بکھیرے، گریبان چاک کیے، مُنہ پر دو ہتڑ مارتی ہوئی "ماتم حسین میں شہر کا چکر لگائیں۔"

مورخ ابن خلدون بھی "ماتم حسین" کی ابتداء کے بارے میں یہی کچھ لکھتے ہیں۔ (کتاب ثانی جلد ہشتم اردو ترجمہ ص ۲۷۳)

۳۵۱ھ سنہ آیندہ (۳۵۲ھ) میں یوم عاشورہ (دسویں محرّم) کو بغرض اظہار غم حسینؓ معزالدولہ نے یہ عام حکم صادر کیا کہ سب دکانیں شہر کی بند کر دی جائیں، کسی چیز کی بیع و شرانہ کی جائے، باشندگانِ شہر و دیہات ماتمی لباس پہنیں۔ اعلانیہ نوحہ و بین کریں، عورتیں کھلے بالوں اور چہرے اپنے سیاہ کئے ہوئے نکلیں اس طرح کہ "ماتم حسین" میں کپڑوں کو اپنے پھاڑ ڈالا ہو اور رخساروں کو طمانچوں سے لال کر لیا ہو۔

"شیعوں نے اس حکم کی خوشی تعمیل کی۔ اہلِ سُنّت دم نہ مار سکے کیونکہ زمامِ حکومت شیعہ کے ہاتھ تھی۔ اگلے سال ۳۵۳ھ میں پھر اس رسم کا اعادہ کیا گیا اہلِ سُنّت برداشت نہ کر سکے۔ مابین ان کے اور شیعہ کے فتنہ و فساد برپا ہو گیا بہت

خونریزی ہوئی اور مال و اسباب لوٹا گیا۔"

شیعہ مورخین نے بھی "ماتم حسین" کی ابتداء ۳۵۲ھ ہی سے ہونا بیان کی ہے جسٹس امیر علی شیعی نے اپنی دونوں تالیفات "اسپرٹ آف اسلام" اور "تاریخ عرب" (ہسٹری آف سیریسنز) میں اسی واقعہ و حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معزالدولہ نے جو مسلکاً شیعہ تھا، حادثہ کربلا کی یادگار کے طور پر دسویں محرّم "ماتم حسین" کا دن مقرر کر دیا تھا۔

تلخیص مرقع کربلا کے شیعی مؤلف نے یہی لکھا ہے۔ (ص ۷۸)

"معزالدولہ پہلا حاکم مذہب شیعہ کا تھا جس نے یوم عاشورہ بازار بند کرا دیئے۔ نان بائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ عورتیں سر کھولیں راستوں میں نکلیں اور ہم "ماتم حسین" کریں۔

زمانہ حال کے شیعہ مصنف و مؤرخ شاکر حسین نقوی معزالدولہ کو "ماتم حسین" کا موجد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (مجاہد اعظم ص ۳۳۲)

"سلطنت بغداد کے ضعف پر دیلمی خاندان بُویہ کو عروج ہوا تو ۳۵۲ھ میں معزالدولہ کے حکم سے بغداد میں حسین مظلوم کا اعلانیہ ماتم منایا گیا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اس طرح بہ تغیر نوعیت آزادانہ مجلس عزاء قائم ہوئی، یہ رسم بغداد میں کئی برس جاری رہی۔"

الغرض یہ حقیقت ثابت ہے اور ناقابل انکار کہ حادثہ کربلا کے تقریباً تین سو برس بعد "ماتم حسین" کی رسم ایجاد ہوئی جو کسی قریشی ہاشمی، علوی و حسینی یا کسی عربی النسل نے نہیں کی بلکہ ایرانی نسل کے شیعہ حاکم نے اپنے سیاسی مقاصد سے اس رسم کی بنیاد ڈالی، اس سے قبل نہ کسی اسلامی ملک میں اس کا وجود تھا اور نہ حضرت حسینؓ کے قریبی عزیزوں اور اہلِ خاندان نے جو اس حادثہ کربلا کی حقیقت اور نوعیت سے بہ نسبت غیروں کے زیادہ واقف تھا نہ مدینہ اور مکّہ میں کبھی یہ غیر اسلامی رسم ادا کی اور

نہ ملک عرب کے باشندوں نے کبھی "یوم غم" منایا اور نہ مرور زمانہ آج تک اس رسم کا جو بیشتر وضعی داستان پر مبنی ہے ملک عرب میں رواج ہوا۔ "ماتم حسین" کے علاوہ بنی بویہ کے زمانہ عروج میں شیعوں کے فرقہ وارانہ تنظیم کی چونکہ بنیاد پڑی اس لئے ان کا تعارف مجملاً ضروری ہوا۔

بنی بُویہ:

مؤرخین کا بیان ہے کہ علاقہ طبرستان کے ایک ایرانی شیعہ بُویہ نام شخص کے جسے ایران کے قدیم بادشاہ بہرام گور کی نسل کا بتایا جاتا ہے۔ تین بیٹے احمد (معزالدولہ) علی (عمادالدولہ) اور حسن (رکن الدولہ) تھے۔ ان کا باپ بویہ بقول مؤرخ ابن کثیر گردش روزگار سے حد درجہ مفلس و نادار تھا۔ یاوری بخت اور حسنِ اتفاق سے اس کے یہ تینوں بیٹے اس علاقے کے مقامی رئیس ماکان کے متوسلین میں شامل ہو کر فوجی دستور کی کمان کرنے لگے اور رفتہ رفتہ انھیں فوجی قوت بڑھا کر ایران کے بعض علاقوں پر تسلط جمانے کا موقع مل گیا ان کی بڑھتی ہوئی قوت اور عزائم کو دیکھ کر ۳۳۴ھ میں عباسی خلیفہ نے ان القاب جو اوپر درج ہیں انھیں وزارتِ عظمیٰ و امیر الامرائی کا منصب جلیل عطا کرا کے کاروبار مملکت میں دخیل اور بااختیار کر دیا، یہ لوگ اور ان کے فوجی سب شیعہ تھے۔ معزالدولہ نے پہلے تو یہ چاہا کہ عباسی خلیفہ کو فوجی قوت سے معزول کر کے کسی علوی کو تخت خلافت پر متمکن کر دے مگر اس کے کسی مشیر نے سمجھایا کہ تم اپنے فوجیوں کی مدد سے یہ کام تو ضرور کر سکتے ہو۔ کیونکہ تمھارے شیعہ فوجی بھی عباسی خلیفہ کو جائز خلیفہ نہیں مانتے۔ لیکن کسی علوی کو خلیفہ بنا دیا اس کو پھر کبھی معزول نہ کر سکو گے۔ تمھارے فوجی اس کام میں تمھارا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ کیونکہ علوی کو وہ جائز خلیفہ جانتے ہوں گے۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ اس خیال سے باز رہا۔ مگر اس کے اکیس سالہ زمانہ حکومت میں بقول مؤرخ ابن کثیر رفض و شعیت کو اس کی پشت پناہی سے بغداد میں فروغ ہوا (اظہر الرفض و نصر

علیہ۔ البدایہ) چنانچہ "ماتم حسین" کی رسم ایجاد کرنے کے علاوہ معزولدولہ ہی "عید غدیر" کا بھی موجد ہے۔

عید غدیر :

اسی سال اسی حکم سے شہر کے بازار آراستہ ہوئے، چراغاں کیا گیا۔ اور آتش بازی چھوڑی گئی اور یہ سب کچھ مظاہرہ مصنوعی شادمانی کا محض اس بے اصل اور خیالی بات کی یادگاری رسم قائم کرنے کی خاطر کیا گیا کہ بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع سے مدینہ واپس تشریف لاتے ہوئے اثناء راہ ایک برساتی قلیا غدیر خم پر ٹھہر کر صرف انہی قلیل التعداد اشخاص کے سامنے جو ہمراہ تھے اپنے سب سے چھوٹے داماد حضرت علیؓ کے جانشین بنائے جانے کا اعلان فرمادیا تھا۔ مگر بعد میں اس مفروضہ جانشینی کا عملاً ظہور نہ ہوا۔ کیونکہ بقول مکذوبہ حضرت ابو بکرؓ نے اس کی خلاف ورزی کر کے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں اپنی خلافت کی بیعت لے کر حضرت علیؓ کا مفروضہ حق غصب کر لیا، پھر حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ بھی خلیفہ ہو کر اسی طرح غصب کرتے رہے۔ لیکن لطف تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے نہ کبھی مزعومہ حق کا دعویٰ کیا اور نہ اس کے لینے کے لئے کوئی ہنگامہ برپا کیا بلکہ تینوں خلفاء سے یکے بعد دیگرے بیعت کی حضرات شیخینؓ سے تو انھیں ایسی محبت و عقیدت تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوہ کو حبالہ عقد میں لا کر ان کے خورد سال فرزند کی شفقت سے پرورش کی اور حضرت عمرؓ کی زوجیت میں نور دیدہ ام کلثوم کو دے کر رشتہ محبت کو استوار کیا اور اپنے بیٹوں کے نام بھی ان حضرات کے ناموں پر رکھے۔ ان کی ایک ایک کے بطن سے جو بنی حنیفہ سے تھیں جو فرزند تولد ہوا اس کا نام غایت عقیدت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر محمد رکھا[1] دوسرے فرزند کا نام اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے نام پر عباس، تیسرے کا نام حضرت ابو بکرؓ کے نام پر ابو بکر رکھا۔ چوتھے کا نام حضرت عمرؓ کے نام پر عمر،

پانچویں بیٹے کا نام حضرت عثمانؓ کے نام پر عثمان رکھا۔ یہ مبارک نام خاندان علی میں ایسے محبوب رہے کہ حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی (زین العابدین) نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا اور ان کے متعدد پوتوں کے نام بھی عمر رکھے گئے۔ ان ہی حقائق سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نہ اعلان جانشینی کی کوئی اصلیت تھی اور نہ کبھی اہلِ خاندان نے اس بے حقیقت بات کا کوئی جشن منایا۔ غرض یہ کہ "ماتم حسین" اور "عید غدیر" کی رسموں کی ایجاد بنی بلایہ نے اپنے سیاسی مقاصد سے کرائی اور انہی مقاصد سے عراق میں روافض و شیعہ کی تنظیم جداگانہ فرقہ کی حیثیت میں کی گئی انہی کے زمانہ میں شیعوں کی مذہبی کتب احادیث الکافی وغیرہ کی تدوین ہوئی، انہی کے عہد میں مذہبی اعمال نماز روزہ وغیرہ تک کی جزئیات میں فرق و امتیاز پیدا کیا گیا اذان میں حی علی خیر العمل کا اضافہ ہوا۔ سب صحابہ پر تبرا کا اعلانیہ ارتکاب کیا گیا۔

---

[1] حضرت علیؓ یہ فرزند جو محمد بن الحنفیہؒ کہلائے علم و فضل میں اپنے سب بھائیوں سے افضل تھے خود فرماتے ہیں کہ میرے یہ دو بھائی حسن و حسین بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بطن سے ہونے کے مجھ سے برتر ہیں مگر انا علم منهما (قاموس زرکلی) میں دونوں سے علم میں برتر ہوں، حادثہ کربلا کے کچھ دن بعد دمشق گئے اور امیر یزیدؒ کے پاس مقیم رہے اور ان کے شب و روز کے حالات سے کما حقہ، واقفیت حاصل کی، مدینہ میں جب حضرت ابن الزبیرؓ کے طرفداروں نے بغاوت کی آگ بھڑکانے کے پروپیگنڈے میں امیر المؤمنین یزیدؒ پر بہتان تراشے حضرت حسینؓ کے ان بھائی حضرت محمد بن الحنفیہؒ نیک صفات خلیفہ کی حمایت میں ان بدگویوں سے لڑتے جھگڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں خلیفہ یزیدؒ کے پاس مقیم رہا ہوں، میں نے تو ان میں سب اچھی ہی باتیں پائی ہیں وہ اپنے اعمال مذہبی نماز وغیرہ کے پابند ہیں نیک کاموں میں سرگرم رہتے ہیں مسائل فقہ پر کلام کرتے ہیں تم لوگوں کو جھوٹے الزام تراشتے خدا کا خوف بھی نہیں۔ (انساب الاشراف بلاذری والبدایہ والنہایہ)

مشہد علی و مشہد حسین :

معزالدولہ کے بھتیجے عضدالدولہ نے اپنے زمانہ حکومت میں "ماتم حسین" اور "عید غدیر" کی رسموں کی دوامی حیثیت دینے کی خاطر شیعہ فرقے کیلئے عراق میں دو متبرک مقام ایک نجف میں "مشہد علی" ۳۶۹ھ میں (یعنی حضرت علیؓ کی وفات کے سوا تین سو برس بعد) اور دوسرا "مشہد حسین" ۳۷۰ھ (حادثہ کربلا کے تین سو دس برس بعد مفروضہ قبروں پر اس نہج سے قائم کرادیئے کہ شیعہ و روافض کی عقیدت مندانہ کشش ان زیارتوں کے لئے جو بنی بُوَیہ کے علاقے حکومت میں تھیں اماکن مقدسہ مکّہ و مدینہ سے کہیں زیادہ ہوتی جائے جو ان کے علاقے سے باہر تھیں، حضرت علیؓ کی قبر تو شروع ہی سے نامعلوم رہی۔ قاتلانہ حملہ ان پر مسجد کوفہ میں ہوا تھا اور مسجد کوفہ ہی کے قریب میں جیساکہ قدیم مؤرخین ابن قتیبہ وابن جریر طبری و دیگر مؤرخین کی تصریحات سے ثابت ہے ان کی تدفین ہوئی تھی اور ان کے صاحبزادوں نے میّت کو تابوت میں رکھ کر اس نیت سے سپرد خاک کیا تھا کہ مدینہ واپس جاتے ہوئے اسے لیجا کر اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن کریں گے۔ چنانچہ بوقت روانگی مدینہ جب کثیر رقوم خزانہ حسب شرائط صلح صندوقوں میں رکھ کر اونٹوں پر بار کرائیں صندوق تابوت کا جس اونٹ پر لدھا تھا نبی طے کے علاقے سے گزرتے ہوئے بوقت شب ایسا ہوا کہ پھر کچھ پتہ نہ چلا، میّت مدینہ پہنچ جاتی تو وہیں حضرت علیؓ کا مزار ہوتا اور کوفہ سے منتقل نہ ہوتی تو مسجد کوفہ ہی کے پاس جہاں تدفین تابوت کی ہوئی تھی، قبر ہوتی۔ کوفہ سے کوسوں دور نجف میں قبر کی دریافت اور سوا تین سو برس بعد اس پر مشہد کی تعمیر ایک دلچسپ افسانہ ہے۔ (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب تحقیق سید و سادات) حضرت علیؓ کی قبر کے نامعلوم رہنے ہی کی وجہ ہے کہ عقیدت مندوں نے بلخ وغیرہ بیسیوں مقامات پر مفروضہ قبریں ان کے نام کی قائم کر کے جلب منفعت کا ذریعہ بنا رکھی ہیں اور ایسے ہی کراچی میں اب چند سال سے ایک

مجہول الحال قبر کو ان کی نسل کے ایک ایسے شخص سے منسوب کرنے کا لغو ڈرامہ کھیلا جارہا ہے جو کراچی سے کوئی ہزار میل دور کابل میں قتل ہوگئے تھے۔ [1]

"مشہد حسین" کی تعمیر بھی جو حادثہ کربلا سے تین سو دس برس بعد بنی بُوَیہ نے ایسی حالت میں تعمیر کرائی کہ کسی قبر کا نشان تک وہاں باقی نہ رہا تھا اور سو برس سے زیادہ عرصہ تک تو وہاں زراعت بھی ہوتی رہی تھی۔ ان دونوں مشہدوں کی تعمیر ایسی سیاسی مقاصد سے کی گئی کہ جارحانہ شیعیت کو اس سے بہت فروغ ہوا۔

---

[1] قیام پاکستان کے چند سال بعد تک کلفٹن پر یہ قبر خراب و خستہ پڑی تھی کسی شخص نے جلب منفعت کے پیش نظر درست کر کے طرح طرح کی مبتذل دروغ بافیوں سے عبداللہ الاشتر ولد محمد الارقط حسنی کا مدفن بتانے کیلئے مقامی اخبارات میں وقتاً فوقتاً مضمون شائع کرانے شروع کر دیئے۔ عبداللہ الاشتر مذکور خلافت عباسیہ کے باغی کی حیثیت سے ۱۵۱ھ میں نواح کابل میں قتل ہو گئے تھے ان ہی کے حسنی خاندان کے مستند مؤرخ اور نساب مؤلف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب نے صراحتاً لکھا ہے کہ یہ کابل کے علج نامی پہاڑ پر سرکاری سپاہیوں سے مڈبھیڑ میں جو انھیں گرفتار کرنا چاہتے تھے قتل ہو گئے تھے، کابل کے قیام میں انھوں نے ایک خاتون سے نکاح کر لیا تھا جس سے ان کے بیٹا ہوا اپنے باپ کے نام پر محمد نام رکھا، بوجہ کابل میں پیدا ہونے کے "محمد الکابلی" کہلایا اسی نسب سے ان کا نام کتب تاریخ وانساب میں درج ہے۔ ان محمد الکابلی کے ہم عصر مؤلف کتاب نسب قریش نے ذاتی واقفیت سے ان کے باپ عبداللہ الاشتر کے کابل میں قتل ہونے اور ان محمد الکابلی کے وہاں پیدا ہونے کا تذکرہ کیا ہے ابن حزم نے بھی جمہرۃ الانساب میں یہی لکھا ہے پس جو شخص نواح کابل کے پہاڑ پر قتل ہوا اس کی لاش کلفٹن پر دفن ہونا بھونڈی کذب بیانی ہے۔ پھر اس کی تائید میں اجرت پر مضامین لکھوا کر اخبارات میں شایع کرانا اور بھی شرمناک فعل ہے۔ مزید حالات کیلئے ملاحظہ ہو کتاب تحقیق سید و سادات (ص ۵۵، ۵۶۔) (مولف)

تبرا و بد گوئی :

بنی بُوَیہ ہی کے زمانہ میں تبرا اور بد گوئی کے اعلانیہ اقدامات کیے گئے۔ بغداد کی مسجدوں کے دروازوں پر رات میں حضرت معاویہؓ اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک ناموں پر لعنت کے الفاظ لکھے گئے "محمد و علی خیر البشر" وغیرہ کے کتبے آویزاں ہوئے، سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کا بیعت خلافت کو یہ کہہ کر قتل حسین کا سبب اصلی قرار دیا گیا کہ ان کے اور ان کے دونوں جانشینوں کے عہدِ خلافت میں حضرت معاویہؓ اور بنی امیہ کو سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا تھا، چنانچہ کسی شیعہ نے اسی بات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے۔

چہ خوش گفت کے ایں لطیفہ
کہ کشتہ شد حسین اندر سقیفہ

پاکستانی شیعوں کے نوحوں میں بھی یہی کچھ کہا جاتا ہے۔

یا نبی ! بعد ترے باغی مسلمان ہوئے
قاتل آل نبی تارک قرآن ہوئے
کون کہتا ہے کہ مارے گئے کربل میں حسینؓ
سچ تو یہ ہے کہ سقیفہ ہی میں بیجان ہوئے

یہ تاریخی حقیقت نا قابلِ انکار ہے کہ بنی بُوَیہ نے "ماتم حسین" کی ایجاد ہی اس سیاسی مقصد سے کی ہے کہ جارحانہ شیعت کی فضا عراق میں ایسی پیدا ہوئی کہ وہ اپنے سیاسی اقتدار کو مستحکم کر سکیں مجاہد اعظم کے شیعہ مولف بھی تبرے اور بد گوئی کے اعلانیہ اقدام کو بنی بُوَیہ سے منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ص ۴۲۲

"دیلمی خاندان (بنی بُوَیہ) کو بغداد میں عروج ہوا اس وقت سے شیعوں نے بطور انتقام یہ طریقہ (تبرے و بد گوئی کا) اختیار کیا پھر شیعوں میں اس کا ایسا رواج ہوا کہ جو آج تک کم و بیش جاری ہے حالانکہ یہ ان کے پیشوایانِ دین کی تعلیم کے بالکل

خلاف ہے"

بنی بُوَیہ کے زمانے میں ماتم حسین و عید غدیر کے دوران سب صحابہ و تبرا بازی سے جو خونریز فسادات شیعہ سنی میں بار بار ہوتے رہے۔ مؤرخین نے قدرے تفصیل سے ان کا ذکر کیا، علامہ ابن کثیر نے ۴۴۳ھ کے وقائع کے سلسلہ میں بغداد کے روافض اور اہلِ سنت کی شدید خانہ جنگی کے تذکرے میں جو کئی ہفتے جاری رہی اور فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے لکھا ہے کہ یہ فتنہ شہر بغداد کے علاوہ بیرونجات میں بھی اس حد تک پھیل گیا تھا کہ مذہبی جنونیوں نے فریقین کے اکابرین اور ائمہ کے مقبرے تک جلا ڈالے تھے۔

بنی بُوَیہ کا خاتمہ اور روافض کی قلابازی :

مندرجہ بالا شرمناک واقعہ کے چند ہی سال بعد بنی بُوَیہ کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا، ان کی جگہ سلجوقیوں نے جو مسلکاً اہلِ سنت تھے انتظام مملکت کی سند خلیفہ عباسی سے حاصل کر لی۔ ماتم حسین و عید غدیر کی رسموں اور سبِّ صحابہ کی قطعی ممانعت ہو جانے سے بغداد کے روافض نے اپنی تقیہ باز جبلت کے اعتبار سے اپنے رویہ میں یک لخت تبدیلی کر لی۔ ۴۴۸ھ کے کوائف میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

"اس سال روافضیوں نے اذان میں حیّ علیٰ خیر العمل کہنا ترک کر دیا اور اپنے موذنوں کو ہدایت کر دی کہ صبح کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ اصلوٰۃ خیر من النوم بھی کہا کریں مسجدوں کے دروازوں پر جو کتبے محمد و علی خیر البشر کے لگا رکھے تھے وہ بھی مٹا ڈالے اور شیعہ محلّہ کرخ میں شعراء کے جو قصائد پڑھے جاتے تھے ان میں مدح صحابہ کے اشعار بھی پڑھے جانے لگے۔ یہ سب انقلاب اسی وجہ سے رونما ہوا کہ رافضیوں کی ساری شیخی اور اکڑ کا اب یوں خاتمہ ہو گیا تھا کہ بنی بُوَیہ کی حکومت جو ان کے یار و ناصر تھے نیست و نابود ہو گئی تھی، ان کی جگہ سلجوقی ترک آگئے تھے جو محبِّ اہلِ سنت تھے۔"

بنی اُمیہ کا سیاسی اقتدار تقریباً ایک صدی تک رہا "ماتم حسین و عید غدیر" رسموں کی ایجاد مفروضہ قبروں پر مشہد علی و مشہد حسین کی تعمیر، تدوین کتب احادیث شیعہ و تصنیف نہج البلاغہ کہ اس میں حضرت علی سے وہ خطبے منسوب کئے گئے ہیں جن میں خلفائے ثلاثہ واکابر صحابہ کی بدگوئی ہے نیز لقب شریف و سید کو جو اظہار نسبت و قومیت میں کبھی مستعمل نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے بنی ہاشم خصوصاً اولاد حسنینؓ سے مخصوص کئے جانے کی بدعت کے علاوہ جمعہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی والدہ ماجدہ حسنینؓ کا اور آپ کے چار نواسوں میں سے صرف دو نواسوں حضرت حسنینؓ کا ذکر جو سنّی خطیبوں سے بھی حمّا کرایا جاتا تھا، اور صرف تقلید جامد میں اب تک جاری ہے۔ بنی اُمیہ کی عہدِ حکومت کی نشانیاں ہیں۔

مجوسی عجمیت کا بھیانک انتقام :

بنی اُمیہ اپنے یک صد سالہ دور حکومت میں عباسی کا خاتمہ تو نہ کرا سکے تھے لیکن جو بیج ماتم حسین اور تبرے بازی وغیرہ کا اپنے زمانے میں بو گئے تھے وہ برگ وبار لایا تقریباً دو صدی بعد تک اسی بغض و عناد کا فضا میں جو وہ قائم کر گئے تھے اندر ہی اندر عجم کی فتح عرب کے جوش انتقام کا لاوا پکتا رہا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کا یہ قول حقیقت پر مبنی ہے کہ ماتم حسین کے جلسوں میں سنّیوں کے خلاف جوش غضب اس قدر نمایاں ہوتا ہے کہ غیر مسلم تماشائیوں سے تو کوئی تعرض نہیں ہوتا لیکن غیر شیعہ مسلمانوں (سنّیوں) کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بغداد کی عباسی خلافت کی تباہی میں شیعوں کا ہاتھ رہا ہے۔ خود جمال الدین ابن المطہر الحلی نے لکھا ہے کہ ہلاکو کے بغداد پر حملہ کرنے سے پہلے میرے والد اور دوسرے شیعہ اکابر نے اس کو فتح و کامیابی کی خوشخبری دیتے ہوئے درخواست کی تھی کہ کربلا و نجف و کوفہ اور شیعوں کے

دوسرے مقامات کو تباہ نہ کیا جائے۔ نصیر الدین طوسی بقول مقالہ نگار انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ہلاکو کا معتمد خاص اور مشیر تھا اور وہی تاتاری ٹڈی دل کے ساتھ بذات خود بغداد آیا اور اس کافر (ہلاکو) کو اسی نے یہ ترغیب دی کہ آخری خلیفہ عباسی کو ہلاک کر دے (ج ۴، ص ۴۵۵) مرکزی سیاسی نظام کی جڑیں مستحکم کرنے والے بزرگان ملتِ اسلامیہ خلفائے ثلاثہ واکابر صحابہ کی بدگوئی "ماتم حسین" کے نوحوں میں نمایاں طور سے آج بھی جس طرح کی جاتی ہے جبکہ اس دور کو بیتے ہوئے بھی صدیاں گزر گئیں، اس کے دو ایک نمونے آل پاکستان سُنّی کنونشن منعقد ملتان (۱۹۶۷ء) کے خطبہ استقبالیہ سے محض اس مقصد سے نقل کئے جاتے ہیں کہ برادران اہلِ سنت کو خوبی واضح ہو کہ "ماتم حسین" کی ایجاد ایک شیعی ایرانی وزیر کے دماغ کی پیداوار ہے جو سیاسی مقاصد سے کی گئی تھی اس رسم کا کوئی تعلق عرب و حجاز و مکّہ و مدینہ کے مسلمانوں اور حضرت حسینؓ کے عزیزوں اور اہلِ خاندان اور صحیح النسب حسنی و حسینیوں و ہاشمیوں سے کبھی نہیں رہا۔ اس لئے ان مراسم سے اجتناب مذہباً و شرعاً جیسا علمائے اہلِ سُنّت کے اقوال و فتاویٰ سے ثابت ہے ہر سنّی پر لازم ہے اب دل پر پتھر رکھ کر اس جگہ صحابہ کی بدگوئی کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں جو نوحوں میں پڑھے جاتے ہیں۔

فرزند فاطمہ کا ہے کربلا ٹھکانہ
قبضہ کیا فدک پر یاروں نے غاصبانہ
مولا علی کے حق پر چھاپا عمر نے مارا
اتنی سی بات کا ہے کرب و بلا فسانہ
یاران بے وفا سے شکوہ نہیں ذکی کو
ایمان نبی پہ لائے لیکن منافقانہ

معاذاللہ!

آنکھیں نبی کی بند ہوئیں اور شر اُٹھا
لاشہ حضور کا ہے بے گور و کفن پڑا
واں ہو رہا تھا تختِ خلافت کا فیصلہ
ایسی خلافتوں کا بتاؤ اصول کیا؟

☆☆☆☆

مشکل کشا شہید کیا اور پڑھی نماز
باغ فدک غصب کیا اور پڑھی نماز
حضرت حسن کو زہر دیا اور پڑھی نماز
گھر فخر انبیاء کا جلایا اور پڑھی نماز
محسن تلک شہید کیا اور پڑھی نماز
ایسے نمازیوں کا جہنم مقام ہے
زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے

آپ نے دیکھا "ماتم حسین" کی آڑ میں سب صحابہ و تبرا و بد گوئی تو ان نوحوں کا اصلی مقصد ہی ہے۔ جس کی داغ بیل بنی بُویہ کے زمانے میں سیاسی مقاصد سے ڈالی گئی تھی۔

امیر یزیدؒ اور ماتم حسینؓ:

شیعہ علماء کو اس تاریخی حقیقت سے تو مجال انکار نہ تھی کہ "ماتم حسین" کا آغاز ۳۵۲ھ میں بزمانہ بُویہ ہوا۔ لیکن اس تاریخی واقعہ کی تاویل کہ امیر یزیدؒ اور ان کے اہلِ بیت حضرت حسینؓ کے المناک حادثہ کا حال سُنتے ہی رنج و الم سے بیتاب ہو گئے تھے یہ کی گئی ہے کہ ماتم حسینؓ کا آغاز ہی یزیدؒ کے گھر سے ہوا۔ کسی نے یہ شعر بھی کہہ ڈالا ہے۔

رسم ماتم بنا یزید نمود
ہر کہ آمد براں مزید نمود

حضرت حسینؓ کے واقعہ پر بیت یزیدؒ میں کہرام مچنا قدرتی سی بات تھی کیونکہ حضرت حسینؓ سے امیر یزیدؒ کے کئی رشتے و قرابتیں تھیں۔ ایک رشتے سے حضرت حسینؓ حضرت امیر معاویہؓ کے بھانج داماد تھے یعنی ان کی حقیقی بھانجی حضرت حسین کی زوجہ اولیٰ والدہ علی اکبر بن حسین تھیں اس رشتے سے حضرت حسینؓ امیر یزیدؒ کے بہنوئی تھے۔ دوسرے رشتے سے امیر یزیدؒ حضرت حسینؓ کے بھیتج داماد تھے یعنی حضرت حسینؓ کے بہنوئی اور چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی صاحبزادی ام محمد امیر یزیدؒ کی زوجہ تھیں۔ شیعوں کو امیر یزیدؒ اور ان کے اہلِ بیت سے چونکہ بیگانگی ہے ان کی ایک رفیقہ حیات کا نام ہندہ بنت عبداللہ بن عامر قرار دے ڈالا ہے۔ پھر عجب لغوبات یہ کہی جاتی ہے کہ ہندہ زوجہ یزید کربلائی قافلہ کی آمد کو سن کر یکایک بے پردہ باہر نکل آئی تھی۔

امیر یزیدؒ کو کوئی زوجہ نہ ہندہ نام تھی اور نہ عبداللہ بن عامر کی کوئی دختران کی زوجیت میں تھی، شیعوں کو یہ کذب بیانی اسی لئے تو کرنی پڑی کہ حضرت حسینؓ کے بہنوئی اور چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی صاحبزادی ام محمد جیسا کہ بیان ہوا امیر یزیدؒ کی زوجہ تھیں۔ امیر یزیدؒ اور ان کی زوجہ ام محمد بوجہ قرابت قریبہ حضرت حسینؓ کے اس حادثہ جانکاہ پر رنج و الم کرنے اور پس ماندگان کی تسلی و دلجوئی اور خاطر مدارات کرنے کو ملاحظہ ہو مرثیوں میں ہندی شیعوں کے طرز معاشرت کے اعتبار سے کس طرح بیان کیا گیا ہے۔

مرزا دبیر کہتے ہیں ؎

چوں کے فاقہ توڑنے کو خوان میووں کے
اور زیور و لباس پہنانے کو بیویوں کے

ہر کشتی و طبق پہ ہدیہ جُدا جُدا
ہاتھوں پہ اور سر پہ خواصوں کے رکھ دیا

خود مشک اور جام اٹھا کے سوئے قبلہ یہ کہا
نذر حسین کرتی ہوں سقائی اے خدا

ہمراہیوں سے بولی کہ حق پہ نظر کرو
چلتی ہوں سوگواروں میں عریاں سر کرو

واں سے بڑھی اسیروں کی جانب وہ نیکنام
پڑھتی ہوئی دُرود تو کرتی ہوئی سلام

تھا خلق فاطمہ کا جو زینب پہ اختتام
چپکے سے بولی فضہ سے وہ خواہر امام

رکھتی ہے دوست یہ میرے مظلوم بھائی کو
جا میرے بدلے ہند کی تو پیشوائی کو

یہ لغو بیانی زینب ہی کی چچیری بہن ام محمد کے عزیزانہ و خواہرانہ سلوک کی بابت محض اس لئے کی جارہی ہے کہ داستان کربلا کے وضعی قصوں میں اس حادثہ کو حد درجہ غلط رنگ دے کر امیر المؤمنین یزیدؒ جیسے نیک صفات و حلیم وکریم خلیفہ کی بدگوئی سے "ماتم حسین" کو مہیج جذبات بنایا جاسکے ورنہ حضرت حسینؓ کے صاحبزادے جناب علی (زین العابدین) ہاتھ اٹھا اٹھا کر امیر یزیدؒ کو یہ فرما کر دعائیں دیا کرتے تھے کہ امیر المؤمنین یزیدؒ پر اللہ کی رحمتیں نازل فرمائے۔

اکثر واقعاتِ کربلا کے من گھڑت ہونے کا اقرار تو اب شیعہ مؤلفین بھی کرنے پر مجبور ہیں۔

ماتم حسین کے من گھڑت قصے:

حادثہ کربلا کے سلسلے میں خود ایک شیعہ مؤلف جنھوں نے فریقین کی صدہا

کتب کی مندرجہ روایتوں کی چھان بین کر کے کتاب "مجاہد اعظم" مرتب کی ہے۔ فرماتے ہیں۔ (ص ۱۷۶، ۱۷۷)

صدہا باتیں طبعزاد تراشی گئیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی ...... رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا ...... اکثر واقعات مثلاً اہلِ بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا، فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا، جناب زینب کے صاحبزادوں کا نو اور دس برس کی عمر میں شہادت پانا، فاطمہ کبریٰ کا عقد، روز عاشورہ قاسم ابن حسنؓ کے ساتھ ہوا ...... شمر کا سینۂ مطہر پر بیٹھ کر سر جُدا کرنا، آپ کی لاش مقدس سے کپڑے تک اُتار لینا، نعش مطہر کا لکدکوب سم اسپاں کیا جانا، سراوقات اہلِ بیت کی غارتگری اور نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا، شمر کا سکینہ بنت حسین کے مُنہ پر طمانچہ مارنا، سکینہ کی عمر تین سال کی ہونا ...... سکینہ کا قید خانہ ہی میں رحلت پانا ...... وغیرہ وغیرہ۔ نہایت مشہور اور زبان زد خاص و عام ہیں، حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔ ذاکرین نے صرف رونے رلانے کو مد نظر رکھ کر واقعات کی صحت و غیر صحت کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اور جو واقعہ ہاتھ آیا بنا سمجھے سوچے سادگی یا رنگ آمیزی سے بیان کرنا شروع کر دیا، عوام کو جانے دو جو لوگ اہلِ علم کے طبقہ میں شمار کئے جاتے ہیں وہ بھی اسی لکیر کو پیٹتے رہے۔ اب رہے شاعر تو ان کا اصول یہی ٹھہرا کہ جو بات عام طور پر مشہور ہو خواہ وہ صحیح ہو یا غلط اس کو نظم کر دیں اس کے علاوہ جدت طرازی لازمۂ شاعری ہے ...... اکثر نے بکاء اور ابکاء (رونے رلانے) کے سوا کوئی دوسرا مقصد پیشِ نظر نہ رکھا۔

ان ہی من گھڑت قصّوں میں سکینہ بنت حسین کے جن کو حادثہ کربلا کے وقت کمسن بتایا جاتا ہے دمشق کے قید خانوں میں وفات پانے کی کذب بیانی ہے۔ یہی

شیعہ مؤلف پس ماندگان قافلہ حسینی کے سال بھی تک دمشق کے قید خانے میں رہنے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (مجاہد اعظم ص ۲۹۱)

''اس سے بھی زیادہ مشہور مگر سراسر کذب و افتراء وہ روایت ہے جس میں درد انگیز پیرایہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ جناب سکینہ نے زندان شام میں رحلت کی حالانکہ تمام مؤرخین و علمائے انساب کا اتفاق ہے کہ آپ عرصہ دراز تک زندہ رہیں اور واقعۂ کربلا سے ۷۵ برس کے بعد ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا عقد واقعۂ کربلا سے پہلے عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ساتھ ہو چکا تھا۔ جیسا کہ ناسخ التواریخ محسن الابرار، ارشاد شیخ مفید، بحار الانوار، اغانی، کشف الغمہ، سیر الائمہ، عمدۃ الطالب اعلام الوریٰ، تمقام ذخار، مراۃ الجنان، اسعاف الراغبین وفیات الاعیان، تاریخ کامل وغیرہ ہم میں صاف درج ہے۔''

بی بی سکینہ مادری رشتہ سے امیر یزیدؒ کی قریبی عزیزہ یعنی ان کی ایک خالہ کی بیٹی تھیں کیونکہ سکینہ کی والدہ رباب اور امیر یزیدؒ کی والدہ میسون نیز سکینہ کے دوسرے محبوب شوہر مصعب بن الزبیرؓ کی والدہ حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ سیدہ نائلہؓ یہ سب خواتین اور حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی ایک زوجہ تین حقیقی بھائیوں علیم وزبیر و عدیؔ پسران جناب بن ہیکل کلبی کی بیٹیاں تھیں پھر جیسا کہ شیعی مصنفین نے بھی صراحتاً بیان کیا ہے۔ سکینہ اپنے والد حضرت حسینؓ کے سامنے ہی نہ صرف سنِ بلوغ کو پہونچ گئی تھیں، بلکہ شادی بھی ان کی اپنے ابن عم زاد عبداللہ بن حسنؓ سے ہو چکی تھی، حادثہ کربلا کے ۷۵ برس بعد تک زندہ رہیں۔ اپنے زمانہ کی بڑی بذلہ سنج طرحدار خاتون تھیں۔ ان کے بالوں کا فیشن بڑا پسندیدہ ہونے سے ''طرۂ سکینہ'' مشہور ہو گیا تھا۔ مؤرخین نے ان کے متعدد نکاحوں کا تذکرہ کیا ہے جو ان کے شوہروں کے یکے بعد دیگرے مر جانے سے ہوتے رہے۔ تین نکاح تو ان کے خاندان بنی اُمیّہ میں ہوئے تھے۔ ان حالات اور واقعات کے باوجود ''ماتم حسین'' کے

نوحوں اور مرثیوں میں ان کی عمر تین یا پانچ برس کی بتا کر یہ گھناؤنا جھوٹ بولا جاتا ہے کہ دمشق کے قید خانے میں حضرت حسینؓ کی اس چہیتی کم سن دختر نے طرح طرح کی تکالیف سے تڑپ تڑپ کر جان دی تھی۔ ان اکاذیب کی طرح وضعی داستان کربلا کے دوسرے من گھڑت قصّوں کا بیان ہونا جن کا ذکر شیعہ مؤرخ کے مندرجہ بالا اقتباس میں کیا گیا ہے۔ کیا اس بات کا واضح ثبوت نہیں کہ ''ماتم حسینؓ'' کی ایجاد حادثہ کربلا کے تین سو دس برس بعد ایک ایرانی نژاد شیعہ وزیر کے حکم سے محض سیاسی مقصد سے کی گئی تھی، حضرت حسینؓ کی یہ صاحبزادی سکینہ امیر یزیدؒ اور ان کے اہلِ خاندان کے لئے کوئی اجنبی خاتون تو نہ تھیں۔ علامہ ابن کثیر نے صراحتاً بیان کیا ہے (البدایہ ج ۸ : ص ۱۵۱) کہ حضرت حسینؓ حضرت معاویہؓ کے پاس ہر سال دمشق جاتے، مہمان عزیز کی طرح رہتے اور گرانبہا عطیات سے نوازے جاتے اپنی رفیقہ حیات سیدہ آمنہ کو جو حضرت معاویہؓ کی حقیقی بھانجی تھیں مع ان کے لختِ جگر علی اکبر کے ان کے محترم ماموں سے ملانے بھی کبھی کبھی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ اسی طرح سکینہ بھی اپنے محترم خالو کے یہاں بچپن سے آتی جاتی رہیں ان کے اور دوسرے پس ماندگان قافلہ حسینی کے دمشق پہنچنے اور حادثہ کربلا کے المناک واقعات سننے پر امیر یزیدؒ اور ان کے اہلِ بیت کا حزن و ملال اسی تعلق اور اسی بناء پر تو تھا کہ اتنے قریبی عزیز و رشتہ داروں کی عزیز جانیں اس حادثہ میں کوفیوں کی غداری سے ضائع ہوئی تھیں۔ شیعہ مولفین نے بھی بیت یزید میں سکینہ اور دوسری کوفی خواتین قافلہ حسینی کے داخل ہونے پر کہرام مچنے کا ذکر کیا ہے اگرچہ صحیح پیرایہ میں نہیں۔ صاحب خلاصۃ المصائب لکھتے ہیں کہ جب امیر یزیدؒ کے پاس پس ماندگان قافلہ حسینی پہونچے ان کو دیکھ کر امیر موصوف پر گریہ طاری ہو گیا۔

کان بیدہ مندیل فجعل یمسح دموعہ فامرھم ان یحولن الیٰ ھند بنت عامر فادخلن عند ھا تسمع عن داخل القصر بکاء ونداء وعویلاً۔ (ص ۲۹۳)

(امیر یزید کے) ہاتھ میں رومال تھا جس سے وہ اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔
پھر انہوں نے کہا کہ ان بیبیوں کو میرے گھر میں ہند بنت عامر (؟) کے پاس پہنچادو۔
جب یہ سب اسکے پاس پہنچائی گئیں تو گھر میں داخل ہوتے ہی صدائے گریہ وزاری بلند
ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

شیعہ مؤلفین نے زوجہ امیر یزیدؒ ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے نام کی جائے ہند بنت عامر نام عمداً غلط لکھا ہے، کیونکہ ام محمد زوجہ امیر یزیدؒ تو حضرت حسینؓ کے بہوئی اور تایازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی صاجزادی تھیں اپنے چچا، حضرت حسینؓ کے الم انگیز واقعہ پر ان کی اپنی پھوپھی زینب اور چچیری بہن سکینہ اور دوسری عزیز بیبیوں کے گلے مل کر آہ وزاری کرنا پھر ان کی تسلی دلجوئی و دل داری کیلئے ہر طرح کی خاطر مدارت کرنا باعتبار قرابت قریبہ اور خونی رشتے کے ایک لازمی و قدرتی سے بات ہے۔ مرزا دبیر نے اپنے مرثیے میں جس کے چند بند پہلے درج ہو چکے ہیں امیر یزیدؒ کی اہلیہ سیدہ ام محمد کا اپنی پھوپھی زینب اور بہن سکینہ کی دلجوئی و خاطر مدارات کے واقعہ کے بیان کے ساتھ ماتم حسینؓ کے مقصد سے ان کے نام کا اخفا کرتے ہوئے پہلے تو یہ کہا ہے۔

پہونچی جو بے حواس وہاں ہندِ بے وفا
بیبیوں کے آگے کشتیاں رکھوائیں جا بجا
چوں کے واسطے طبقِ میوہ خود رکھا
شرما کے سر کے بچے اور آل مصطفا
زینب و فور شرم سے یو تھر تھرا گئی
آواز استخواں سے لرزنے کی آگئی

پھر دلجوئی و خاطر و مدارت کے ذکر کے بعد سیدہ ام محمد زوجہ امیر یزیدؒ پر خونی رشتہ سے بی بی سکینہ کی چچیری بہن تھیں یہ حد درجہ گھناؤنا جھوٹ ''ماتم حسین'' ہی

کے سیاسی مقصد سے بولا ہے۔
فرماتے ہیں۔

پھر بیچ میں بٹھا کے سکینہ کو ننگے سر
اور بے پدر کی گود میں رکھا سر پدر
پھر ماتم حسین کیا سب نے یکد گر
تربت سے نکلے بال نبی اپنے کھول کر
ماتم کیا حسین کا اس زور و شور سے
زہرا نے ہاتھ چوم لئے آگے گور سے

قطع نظر اس دیو مالائی خرافات کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور والدہ ماجدہ حسنین کے اپنے مرقدوں سے باہر نکل کر اور مدینہ منورہ سے چل کر دمشق میں زور شور سے ''ماتم حسین'' کرنے کی احمقانہ و مشرکانہ جدت طرازی کی گئی ہے امیر یزیدؒ جیسے حلیم و کریم حکمران کے مکان مسکونہ کے اندر ان کی خالہ کی بیٹی بی بی سکینہ کے ساتھ اور چچیری بہن ام محمد زوجہ امیر یزیدؒ کے ہاتھوں اس بے اصل اور من گھڑت و وحشیانہ برتاؤ کا ذکر مرثیوں میں کیا جانا ہی بین ثبوت ہے ''ماتم حسین'' کے سیاسی مقاصد کا اور اس دروغ گوئی کی خاطر ام محمد زوجہ یزیدؒ کے نام کا اخفا کر کے ہند کا نام لیا گیا ہے جو نہ امیر یزید کی کوئی زوجہ تھیں اور نہ حضرت حسینؓ کی مطلقہ بیوی حضرت حسینؓ کے قتل اور سر کاٹنے میں داستانِ کربلا میں وضعی قصوں میں شمر ذوالجوشن کا نام آتا ہے۔ جس کو ''مجاہد اعظم'' کے شیعہ مؤلف نے بھی مندرجہ بالا اقتباس میں من گھڑت قصوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ نیز بی بی سکینہ کا نام لے کر جو مرثیہ میں کہا گیا ہے۔

اور بے پدر کی گود میں رکھا سر پدر

اس لئے داستان کربلا کے اصل مصنف ابو مخنف نے اپنی کتاب ''مقتل

حسین ''میں جس دیو مالائی انداز میں جو بیان کیا ہے۔ اس کا مختصر ذکر اس ثبوت میں پیش کرنا ضروری ہے کہ حضرت حسینؓ کے جسد بے جان سے سر جُدا کر کے اس کی تشہیر اور دمشق بھیجنے کی روایت محض بے اصل ہے جو "ماتم حسینؓ" کے سیاسی مقصد سے وضع کی گئی ہے۔

شمر اور مقتل حسینؓ :

حضرت ذوالجوشنؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ (البدایہ والنہایہ والاستیعاب) ان ہی کے خاندان کی خاتون ام البنین حضرت علیؓ کی زوجہ اور ان کے پسران عباس و عثمان و جعفر و عبداللہ کی والدہ تھیں، ان حضرت ذوالجوشنؓ کا بیٹا شمر اپنے قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھا اور چہرے پر تلوار کا زخم کھا کر بھی تیر بازی کر تارہا تھا وہ ام البنین کے رشتہ کا بھائی ہونے سے حضرت علیؓ کا سالہ اور حضرت حسینؓ کا سوتیلا ماموں ہوتا تھا۔ "مقتل حسین" اور داستان کربلا کے اصل مصنف ابومخنف نے اسی کو قاتل حسینؓ بتایا ہے اب وہ روایت اسی ابو مخنف کی زبانی سنئے جو اس کذاب راوی نے حضرت حسینؓ جیسے بلند و عالی ہمّت ہاشمی مرد شجاع کے قتل ہونے اور سر کاٹے جانے کی گھڑ ڈالی ہے۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ جب حضرت حسین زخموں سے چور ہو کر نڈھال ہو گئے اور زمین پر گر گئے تو شیث بن ربعی قتل کرنے اور سر کاٹنے آیا، جیسے ہی آپ نے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھا، اُلٹے پیروں بھاگ پڑا اور جا کر کہنے لگا کہ چہرے میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت نظر آئی شرم دامن گیر ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شبیہ کو قتل کروں فاستحییت ان اقتلَ شبیهاً لرسول اللّٰہ (مقتل ابی مخنف ص۹۱) دوسرا شخص سنان بن انس آیا مگر یہ بھی چہرہ دیکھ کر بھاگ گیا اور ساتھیوں سے جا کر کہنے لگا کہ جب انہوں نے آنکھ کھول کر دیکھا ہے مجھے ان کے والد کی شجاعت و بہادری کی یاد تازہ ہو گئی، اس لئے میں

قتل نہ کر سکا۔ فذهلت عن قتله (ص۹۱) شمر بن ذی الجوشن کی قساوت و بہیمیت کا بیان اس کے بعد یوں شروع ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم بڑے بزدل ہو لاؤ تلوار مجھے دو۔ چاہے مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہم شبیہ ہوں یا علی المرتضیٰؓ کے میں انہیں ضرور قتل کروں گا۔ انی لا قتله سواءً شبه المصطفیٰ او علی المرتضیٰ (ص۹۱ ایضاً) وہ گیا اور جا کر کہنے لگا کہ میں تو ان میں سے نہیں ہوں جو آپ کو قتل کرنے سے باز رہے یہ کہہ کر وہ سینہ پر چڑھنے لگا تو آپ نے کہا۔

من انت فلقد ارتقیت مرتقی صعباً طالما قبله النبی (ص۹۱)

اے تو کون ہے کہ اس بلند مقام پر چڑھتا ہے جو بوسہ گاہ نبیؐ رہا ہے نام بتایا آپ نے پوچھا مجھے جانتا ہے کہنے لگا:

انت الحسین و ابوكَ المرتضیٰ وامك الزهراء وجدك المصطفیٰ و جدتك خدیجة لكبریٰ (ص۹۲)

آپ حسین ہیں آپ کے والد مرتضیٰ آپ کی والدہ الزہراء آپ کے نانا مصطفیٰ اور آپ کی نانی خدیجۃ الکبریٰ۔

اس سوال و جواب کے بعد ابو مخنف نے قتل حسینؓ کی یہ وجہ بیان کی ہے۔

فقال له ویحك اذا عرفتنی فلم تقتلنی فقال له اطلب بقتلك الجائزة من یزید فقال له الحسین ایما احبّ الیك شفاعة جدی رسول اللّٰہ امر جائزة یزید فقال دانق من جائزة یزید احبّ الی منك ومن شفاعة جدك وابیك۔ (ص۹۱)

پس حسینؓ نے اس سے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر جب مجھے پہچانتا ہے تو قتل کیوں کرتا ہے (شمر نے) کہا آپ کو قتل کرنے کا انعام یزید سے پاؤں گا (حسین نے کہا ان دونوں باتوں میں سے تجھے کونسی پسند ہے۔ میرے نانا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت یا یزید کا انعام؟ اس نے کہا کہ یزید کے انعام کی ایک دمڑی (دانق) مجھے زیادہ محبوب ہے۔ بہ نسبت آپ اور آپ کے نانا اور والد کی شفاعت کے۔

اس کے بعد کہا ہے کہ حضرت حسینؓ کو جب یقین ہو گیا کہ یہ قتل کرنے سے باز نہ رہے گا فرمایا کہ اچھا تو مجھے قتل ہی کرتا ہے تو ایک جرعہ پانی کا تو پلادے (اذاکان لا بد من قتلی فاسقنی شربة من الماء) مگر اس نے کہا! اے تراب کے بیٹے یہ سمجھتے ہو کہ آپ کے والد علیؓ حوض کوثر پر جس کو چاہیں گے پانی پلادیں گے تو ذرا صبر کیجئے آپ کے والد تو آپ کو اب سیراب ہی کردیں گے۔ (اصبر قليلا حتّى يسقيك ابوك) یہ سن کر مخنف کا بیان ہے کہ حضرت حسینؓ نے شمر سے کہا ذرا اپنا نقاب الٹ دے میں تیرا چہرہ تو دیکھ لوں اس نے جیسے ہی نقاب الٹا تو آپ نے دیکھا وہ مبروص (کوڑھی) بھی تھا اور کانا بھی، مُنہ اس کا کُتّے کی تھوتھنی جیسا اور بال سور کے سے، اس پر آپ نے کہا کہ سچ فرمایا تھا، میرے نانا نے میرے والد سے کہ:

يقتل ولدك هذا ابرص اعوزله بوزكبوزا الكلب وشعرالخنزير (ص ۹۱ ایضا)

تمہارے اس بیٹے کو قتل کرے گا ایک کوڑھیا، کانا جس کی تھوتھنی کُتّے جیسی اور بال اس کے سور کے بالوں کی طرح۔

اس پر راوی نے شمر کے مُنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جو گستاخانہ کلمات کہلوائے ہیں زبان قلم سے ادا نہیں کئے جاسکتے، ابومخنف نے کہ وہی تنہا راوی اس حادثہ کا ہے یہ مکذوبہ روایت ان الفاظ پر ختم کردی ہے۔

وكلما قطع منه عضوًا نادى الحسين وامحمداه وعلياه واحسناه واجعفراه واحمزاقاه، واعقيلاه وعباساه واقتيلاه واقلة ناصراه واغربتاه فاحترز راسه وعلاه على قناة طويلةٍ فكبر العسكر ثلاث تكبيرات و تزلزت الارض واظلم الشرق والغرب واخذت الناس الراجفة والصواعق وامطرت السماء دماً ونادى منادٍ من السماء قتل والله الا مام بن الامام اخرالامام ابوالا ئمة الحسين بن على بن ابى طالب ولم تمطر السماء دماً الا ذالك اليوم (ص ۹۳ ایضا)

جیسے جیسے اس نے آپ کے عضو کاٹے حسین چلانے لگے ہائے محمد، وائے علی، ہائے حسن، وائے جعفر، وائے حمزہ، ہائے عقیل، وائے عباس، ہائے مددگاروں کی قلت، وائے غریب الوطنی، پس اس نے سر کاٹا اور لمبے نیزے پر چڑھالیا تو لشکر نے تین تکبیریں کہیں، زمین میں زلزلہ آگیا، مشرق و مغرب میں اندھیرا چھا گیا، گرج اور زلزلے کے جھٹکے لگنے لگے، آسمان سے تازہ خون برسنے لگا اور منادی نے آسمان پر سے چلا کر کہا، قتل ہو گئے واللہ امام بیٹے امام کے بھائی امام کے اور اماموں کے باپ حسین بن علی ابن ابی طالب، سوائے اس دن کے آسمان سے پھر خون نہیں برسا۔

یہ ہے وہ اصل راوی اور اس کی مکذوبہ روایت جس کے بعض فقرے حذف کر کے اور بعض کلمات کو تبغیر الفاظ درست کر کے قال ابو مخنف کی تکرار کے ساتھ طبری اور دوسرے مؤرخین نے نقل کر دیا۔ طبری سے شمر کے بجائے سنان بن انس کا نام لیا ہے کہ اس نے قتل کیا اور سر جدا کیا (ج ۶، ص ۲۶۰) اور اسی طبری سے علامہ ابن کثیر نے نقل کر دیا ہے۔ (ج ۸ : ص ۱۸۸ البدایہ)

مگر اصل راوی کے ان بیانات کے بارے میں کہ قتل حسین سے زمین تھرا گئی، آسمان کانپنے لگا، پہاڑ جگہ سے ہٹ گئے، دریا اُبل پڑے، آسمان سے تازہ خون برسنے لگا، جن اور جنوں کی عورتیں نوحے کہتی پھرتی تھیں، فرشتوں کی فوج اسلحہ لے کر اُتر رہی تھی کہ حسین قتل ہو گئے اس لئے وہ حکم خدا آپ کی قبر پر تادامانِ قیامت گریہ و بکا میں مصروف رہیں گے، علامہ ابن کثیر ان باتوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ یہ سب کذب محض ہے، ان موضوع روایتوں میں کوئی بات بھی صحیح نہیں۔

فرماتے ہیں کہ:

وللشيعة والرافضة فى صفة مصرع الحسين كذب كثير واخبار باطلة وفيما ذكر نا كفاية وفى بعض اوردناه نظر و لولا ان ابن جرير وغيره من الحفاظ والائمة ذكره ما سقة واكثره من ذواية ابى مخنف لوط بن يحيٰ وقد

كان شيعية وهو ضعيف الحديث عند الائمة ولكنه واخبارى حافظ عنده من هٰذه الا شياء ما ليس عند غيره و لهٰذا يترامى كثير المصنفين فى هٰذ الشان:
(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۸۰۸)

حضرت حسین کے پچھاڑ دیئے جانے کے بارے میں شیعہ اور رافضیوں میں بہت کچھ جھوٹ اور باطل اخبار ہیں ہم نے جن کا تذکرہ کیا ہے وہ کافی ہے اور جتنا ہم نے لکھا ہے اس کا بعض حصہ محل نظر ہے اگر ابن جریر طبری اور دوسرے ائمہ و حفاظ نے وہ روایتیں نہ لی ہوتیں تو ہم بھی ترک کر دیتے ان میں اکثر تو ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی اور وہ شیعہ تھا، اور ائمہ فن کے نزدیک وہ ضعیف راوی ہے لیکن اخباری ہے (تاریخی احوال جانتا تھا) اس ہی سے ایسی ایسی باتوں مروی ہیں جو دوسروں کے یہاں نہیں ملتیں لہٰذا اکثر مصنفین ان باتوں کے لئے اسی کی طرف لپکتے ہیں۔

مگر اسی کے ساتھ سر کٹنے اور خلیفہ کے پاس بھیجے جانے کی جھوٹی روایتیں بھی درج کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ومن الناس من انکر ذالك (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۴) یعنی ایسے بھی لوگ (اہلِ تاریخ واہل سیر ہیں) جو اس سے انکار کرتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کا سر کاٹ کر گشت کرانے کے من گھڑت قصے کی تکذیب تو صرف اسی ایک بات سے ہو جاتی ہے جو اس ایک سر کا کئی کئی جگہ یعنی عراق و شام و حجاز اور مصر کے مختلف مقامات پر دفن ہونا بیان کیا جاتا ہے پھر حضرت حسینؓ ہی کے پوتے کا یہ قول ہے ناسخ التواریخ کے شیعہ مولف نے نقل کیا ہے (ص ۵۰۴) کہ سرِ حسین ان کے جسم کے ساتھ پیوستہ رہا اور جسم سر کے ساتھ۔ اسی کی تائید مزید ملا باقرؔ مجلسی نے بھی دیومالائی طرز عبارت سے کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

حضرت رسول خدا سر گرامی را باخود بردو در آن شکے نیست کہ آں سر وبدن با شرف اماکن منتقل گردیدو در عالم قدس بیکدیگر ملحق شد ہر چند کہ کیفیت آن معلوم نہ

شد۔ (جلاء العیون ص ۵۰۴)

حضرت رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سر گرامی کو اپنے ساتھ ہی لے گئے پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ سر اور بدن دونوں اشرف اماکن کو منتقل ہوئے اور عالم قدس میں ایک دوسرے سے ملحق ہو گئے۔ ہر چند کہ اس کی کیفیت معلوم نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے منہاج السُنّۃ میں سرِ حسینؓ کے امیر یزیدؒ کے سامنے لائے جانے کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"مجہول سندوں سے جو یہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت حسینؓ کا یہ سر یزیدؒ کے سامنے لایا گیا اور یہ وہی ہے جس نے دانتوں پر چھڑی لگائی اوّل تو یہ بات قطعاً ثابت نہیں۔ دوسرے یہ کہ روایت ہی میں وہ بات موجود ہے جو اس کے جھوٹ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی یہ کہ جن صحابہ کی موجودگی میں چھڑی مارتے وقت بتائی جاتی ہے وہ تو ملک شام میں اس وقت تھے ہی نہیں بلکہ عراق میں تھے"

یہ سب طبغرا و باتیں یعنی سر کاٹ کر گشت کرانے اور لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندنے کی افترائے محض ہیں جو "ماتم حسین" ہیجانی کیفیت پیدا کرنے کی لئے گھڑی گئیں بے لاگ تحقیق اور ریسرچ سے روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ لاش کو رُندوانے میں فاتح ایران اور رسول خدا ﷺ کے ماموں حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص کے فرزند عمرو بن سعدؒ کا جو نام لیا جاتا ہے اور سر کاٹنے کی دیو مالائی طرز کی حکایتوں میں جو حضرت حسینؓ کے رشتے کے ماموں شمر ذوالجوشن کو متہم کیا جاتا ہے اس کی بھی کچھ اصلیت نہیں۔ حضرت حسینؓ کے قاتل تو یہی ساٹھ کوفی تھے۔ جو آپ کو لینے کیلئے مکّہ گئے تھے اور ساتھ آرہے تھے حضرت حسینؓ کو اثنائے راہ اپنے ایجنٹ مسلم بن عقیلؓ کے بغاوت کرانے کے جرم میں مارے جانے کی اطلاع ملی تو آپ نے حصولِ خلافت کے لئے کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کوفے کے راستے

سے دمشق کے کاروانی راستے پر پلٹ گئے تاکہ خلیفہ وقت امیر المومنین یزیدؒ کے پاس چلے جائیں جن سے آپ کی قرابت قریبہ بھی تھی۔ عمدہ الطالب کے شیعہ مورخ نے بھی یہی بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وعدل نحواشام قاصداً الیٰ یزید بن معاویةؓ (ص ۱۷۹) یعنی یزیدؒ بن معاویہؓ کے پاس جانے کے لئے (کوفہ کے راستے سے) ملک شام (کے راستے کی طرف) پلٹ گئے۔ ان کے ہمراہی ساٹھ کوفیوں کو اپنی جانوں کے لالے پڑگئے، یعنی یہ کوئی بھی اگر آپ کے ساتھ دمشق جاتے ہیں تو خروج پر آمادہ کرنے کی سزا سے نہ بچ سکیں گے نہیں جاتے تو گورنر کوفہ زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ان خبیثوں نے دمشق جانے سے ہر طرح روکا آخر کار ہنگامہ برپا کر کے حضرت حسینؓ اور ان کے بعض عزیزوں پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ فوجی دستے کے ...... سپاہیوں نے جو بسر کردگی عمر بن سعد و شمر ذوالجوشن حفاظت کے لئے ساتھ آرہے تھے جھپٹ کر ان غدار کوفیوں کا قلع قمع کر دیا۔ یہ بات بلا ثبوت اٹکل پچو نہیں ہے۔ کتب تاریخ میں صراحتاً بیان ہے کہ یہ ساٹھ کوفی حضرت حسینؓ کو کوفے لانے کے لئے مکّہ گئے تھے اور آپ کے ہمراہ آرہے تھے۔ مسلم بن عقیل کے قتل اور کوفیوں کی غداری کی خبر سنکر حضرت حسینؓ کا قصد واپسی کا کرنا ہر تاریخ میں مذکور ہے۔ جس سے یہ بات بھی بیّن طور سے ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ کا کوفے جانا کسی ایسی دینی و مذہبی خدمت کے لئے نہ تھا جس سے روگردانی نہ ہو سکے بلکہ کوفیوں کے نصرت اور مدد کے وعدوں پر حصولِ خلافت ہی کے لئے تھا۔ اب جو کوفیوں کی غداری کا حال معلوم ہوا آپ نے طلب خلافت کا خیال ترک کر دیا۔ امیر یزیدؒ کے پاس بارادۂ بیعت جانے کیلئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ شیعوں کے بڑے ممتاز عالم شریف المرتضیٰ متوفی ۴۳۶ھ نے صراحتاً کہا ہے (کتاب الشافی مطبوعہ ایران ص ۴۷۱) کہ حضرت حسینؓ نے گورنر عراق سے کہلا بھیجا تھا اور او ان اضع یدی علیٰ ید یزید فھو ابن عمی لیری فی رایہ۔ (یا میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں جب کہ وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں تو وہ میرے متعلق اپنی

رائے خود قائم کر لیں گے) گورنر صوبہ ابن زیاد کا آپ کے اس ارادے سے خوش ہونا طبری وغیرہ میں مذکور ہے۔ کوفیوں کی غداری اور حملہ آوری کی مثالیں حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت، بعد صلح شب خون مار کر جنگ جمل کرانا جنگ صفین کی آگ بھڑکانا، قرب مدائن میں حضرت حسنؓ پر قاتلانہ حملہ کیا یہ واقعات یہ ثابت کرنے کو کافی نہیں کہ ان کے ان ہی ساٹھ کوفیوں نے حضرت حسین پر حملہ کیا ان کو اور ان کے بعض اعزہ کو قتل کیا۔ بخلاف اس کے ابن سعد، ابن زیاد و شمر کے متعلق یہ ہرگز نہیں بتایا جا سکتا کہ حضر حسینؓ سے ان میں سے کسی کو بھی کوئی پرخاش یا کسی قسم کی معمولی سی شکر رنجی بھی ہوئی ہو شمر و ابن سعد سے تو جیسا ذکر ہوا ان کی قرابت و رشتہ داری بھی تھی تو جب حضرت حسینؓ کوفے کی راہ سے پلٹ کر دمشق کے راستے امیر یزیدؒ سے بیعت کرنے کو چل پڑے تھے تو ان کو یہ لوگ کیوں قتل کرنے لگے تھے، قتل تو ان ہی لوگوں نے کیا جو ان کے امیر یزیدؒ سے بیعت کرنے اور دمشق جانے میں مانع تھے اور وہ یہی ساٹھ کوفی تھے جن کے مانع آنے اور اجاد سلمیٰ پہاڑوں پر چل کر ڈیرے ڈالنے کے جھانسے دینے کے حالات کتب تاریخ میں صراحتاً مذکور ہیں۔ یہی کوفی ان کے قاتل تھے اور یہی صحیح واقعہ کربلا ہے۔ جس کی شہادت روایت و درایت و قرائن سب سے مل رہی ہے۔ فوجی دستے کے افسر ابن سعد و شمر ذوالجوشن تھے۔ حضرت حسینؓ کے قاتلین ساٹھ کوفیوں کو ان ہی کے سپاہیوں نے ان ہی کے حکم سے قتل کیا تھا کوفی کذاب مؤرخین نے اس دشمنی میں ان ہی کو قاتل حسینؓ قرار دے کر جھوٹی روایتیں گھڑ ڈالیں اور امیر المومنین یزیدؒ کو جنہوں نے حضرت حسینؓ کے پسماندوں کے ساتھ امید سے زیادہ ہمدردی کی، عزت و احترام اور عطایا و تحائف کے ساتھ حفاظت و آرام مدینہ پہنچوایا، ان کو حضرت حسینؓ کے قتل سے خوش ہونے والا ان کے سر سے گستاخی کرنے والا اور سر کو اپنے دروازہ پر لٹکانے والا مشہور کیا۔

"ماتم حسینؓ کے مرثیوں اور نوحوں میں یہ من گھڑت اور جھوٹی باتیں اسی

سیاسی مقصد سے بیان کی جاتی ہیں۔ جو اس کے موجد اور بانی کا حزب مخالف کی ایک پُر جوش پارٹی خلافت و حکومت وقت کے خلاف بنانے کا تھا۔

حسینی قافلہ کربلا کب اور کیوں پہنچا:

"ماتم حسینؓ" کے مرثیوں اور وضعی داستانوں میں جو بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حسین فریضہ حج ادا کئے بغیر ایک دن پہلے ہی ۸، ذی الحجہ کو کوفہ کے سفر پر روانہ ہو کر ۲ر محرّم کو کربلا پہنچے تھے محض غلط ہے۔ آپ ۱۰، ذی الحجہ کو روانہ ہوئے ابن کثیر نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ ۱۰، ذی الحجہ کو کوفیوں کے پاس پہنچنے کے لئے مکّہ سے روانہ ہوئے، لکھتے ہیں کہ

فخرج الحسين، متوجهاً اليهم (اهل الكوفه) فى اهل بيته وستين شخصاً من اهل الكوفة صحبه و ذالك يوم الاثنين فى عشر ذى الحجة (البدايه ج ۸ ص ۱۶۵)

پس (حسین) اپنے اہلِ خاندان اور ساٹھ کوفی اشخاص کی معیت میں (مکّہ سے) اہلِ کوفہ کے پاس پہنچ جانے کیلئے روانہ ہوئے، ان کی روانگی ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ تھی۔

شیعہ و سنّی مورخین سب نے بتایا ہے کہ مکّہ سے روانگی کے وقت تنعیم مقام پر آپ نے سرکاری قافلہ کے اونٹوں اور اسباب پر قبضہ کر لیا جو صوبہ یمن کے عامل نے سالانہ محاصل کی ادائیگی کے لئے خلیفہ یزیدؒ کے پاس حسب دستور اس سال بھی بھیجا تھا، یمنی قافلہ قمری سال کے آخری مہینے میں اس طور سے روانہ ہو تا کہ ایام حج میں مکّہ پہنچے تاکہ قافلے والے ادائے حج کی سعادت حاصل کر لیں بعد فراغت حج تنعیم مقام سے گزرتے ہوئے مدینہ حاضر ہوں اور وہاں سے دمشق، یمن قافلہ تنعیم مقام پر حج سے پہلے نہیں گذر سکتا تھا، حضرت حسینؓ کا مقام تنعیم پر قافلہ کے اونٹوں اور اسباب پر قبضہ کرنا جو بالاتفاق سب ہی مورخین نے بیان کیا ہے۔ حج کے

بعد ہی ہوا اور ہو سکتا تھا اس لئے مکّہ سے ان کی روانگی کی تاریخ جیسا کہ ابن کثیر کا بیان ہے ۱۰ ذی الحجہ ۶۰ھ ہے۔ مکّہ سے کربلا تک تیس منزلیں آتی ہیں۔ جن کی مجموعی مسافت آٹھ سو میل ہے، جو تیس ہی دن میں طے ہوئی اور ہو سکتی تھی اس لئے حسینی قافلہ کربلا میں ۱۰ محرّم کو پہنچا اور پہنچ سکتا تھا۔ ۲ محرّم کو کسی طرح نہیں پہنچ سکتا تھا۔ منزلوں اور فاصلوں کا حسب ذیل نقشہ جو مستند کتب بلدان و جغرافیہ وغیرہ سے مرتب کیا گیا ہے اس کا قوی اور مسکت ثبوت ہے کہ حسینی قافلہ کربلا میں ۱۰ محرّم ۶۱ھ کو پہنچا تھا۔

نمبر شمار	منزلیں اور فاصلے		تاریخ آمد روانگی قافلہ		راویوں کی بیان کردہ	کیفیت
			آمد	روانگی		
۱	مکّہ معظمہ	•	•	۱۰ ذی الحجہ ۶۰ھ	•	
۲	بستان ابن عامر	۲۴ عربی میل	۱۰ 〃	۱۱ 〃	×	
۳	ذاتِ عرق	۲۲ 〃	۱۱ 〃	۱۲ 〃	ذاتِ عرق	
۴	الغمره	۲۶ 〃	۱۲ 〃	۱۳ 〃	×	
۵	المسلح	۱۸ 〃	۱۳ 〃	۱۴ 〃	×	
۶	افیعیہ	۳۴ 〃	۱۴ 〃	۱۵ 〃	×	
۷	العمق	۳۲ 〃	۱۵ 〃	۱۶ 〃	×	
۸	سلیلہ	۳۱ 〃	۱۶ 〃	۱۷ 〃	×	
۹	معدن نبی سلیم	۲۶ 〃	۱۷ 〃	۱۸ 〃	×	
۱۰	زبدہ	۲۴ 〃	۱۸ 〃	۱۹ 〃	×	
۱۱	مغیثہ الماوان	۲۴ 〃	۱۹ 〃	۲۰ 〃	×	
۱۲	معدن فقرہ	۳۳ 〃	۲۰ 〃	۲۱ 〃	×	

۱۳	اسحاجر	〃 ۳۴	〃 ۲۱	۲۲	اسحاجر	
۱۴	سمیراء	〃 ۳۴	〃 ۲۲	۲۳	×	
۱۵	توز	〃 ۲۰	〃 ۲۳	۲۴	×	
۱۶	فید	〃 ۳۱	〃 ۲۴	۲۵	×	
۱۷	الاجفر	〃 ۳۳	〃 ۲۵	۲۶	×	پہلے الخزیمہ کا نام زرود تھا اس کو بطان بھی کہتے ہیں
۱۸	الخزیمیہ (زرود)	〃 ۲۴	〃 ۲۶	۲۷	×	
۱۹	ثعلبیہ	〃 ۳۳	〃 ۲۷	۲۸	×	
۲۰	قبر العبادی	〃 ۲۹	〃 ۲۸	۲۹	×	
۲۱	الشقوق	〃 ۲۹	〃 ۲۹	یکم محرم ۶۱ھ	×	
۲۲	زبالہ	〃 ۳۱	یکم محرم ۶۱ھ	۲	زبالہ	
۲۳	القاع	〃 ۲۴	〃 ۲	۳	×	
۲۴	عقبہ	〃 ۲۴	〃 ۳	۴	×	
۲۵	واقصہ	〃 ۲۹	〃 ۴	۵	شراف	واقصہ سے چند میل کے فاصلہ پر شراف ہے
۲۶	القرعا	〃 ۲۴	〃 ۵	۶	×	
۲۷	المغیثہ	〃 ۳۲	〃 ۶	۷	×	
۲۸	قرب قادسیہ براہ العذیب اور واپسی	〃 ۳۴	〃 ۷	۸	قادسیہ	
۲۹	ذو حسم	〃	〃 ۸	۹	×	
۳۰	قصر مقاتل	〃 ۵۴	〃 ۹	۱۰	×	
۳۱	کربلا		〃 ۱۰		×	

کل فاصلہ مکّہ سے کربلا تک ———— ۸۰۰عرلی

کل مدت سفر ———— ۳۰یوم

مندرجہ بالا تصریحات سے بدرجہ یقین ثابت ہے کہ حسینی قافلہ کا کربلا مقام پر ورود ۱۰ محرم ۶۱ھ کو ہوا۔ یہ مقام جیسا عرض ہو چکا دمشق کے کاروانی راستہ پر واقع ہے اس کا محل وقوع ہی خود اس کا بیّن ثبوت ہے کہ حضرت حسینؓ کوفیوں کی غداری کا حال سن کر اور طلب خلافت کا قصد و عزم ترک کر کے خلیفہ وقت سے بیعت کرنے کیلئے دمشق کے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔ وضعی روایتوں میں جو کہا گیا ہے کہ آپ کو گھیر کر اس مقام پر ۲ محرّم کو لایا گیا تھا۔ کذب و افتراء ہے "ماتم حسین" کے مرثیوں اور نوحوں میں پانی بند کرنے کے جھوٹے قصوں کو آب و تاب سے بیان کرنے کی غرض سے یہ دروغ باخیاں کی گئی ہیں۔

پانی بند ہونے کے شرمناک جھوٹ :

حسینی قافلہ جب ۱۰ محرم ۶۱ھ کے دن کربلا پہنچا۔ اس سے ایک دن پہلے بھی نہیں پہنچ سکتا تھا تو پانی بند ہونے نہ ہونے کا تو کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔ پھر اس مقام پر متعدد چشمے و تالاب تھے۔ یاقوت حموی نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ کربلا کی صحرائی اراضی کی یہ کیفیت تھی کہ :

ھی ارض بادیة من الریف فیھا عدة عیون ماء جاریة منھا الصید و القطقطانه والرھیمیة وعین جمل وذواتھا (معجم البدان ج ۶ ص ۵۱)

یہ اراضی صحرائی زرخیز زمین ہے جس میں متعدد چشمے پانی کے ہیں جن میں الصید والقطقطانہ ورہیمہ اور چشمہ جمل اور ان کے مثل دوسرے چشمے ہیں :

ان چشموں میں ایک چشمہ عین الصید اسی لئے کہلاتا ہے کہ اس میں مچھلیاں بکثرت تھیں۔ مچھلیوں کے ساتھ یہاں مکھیوں کی بھی کثرت تھی۔ مؤرخ طبری نے اس واقع کا ذکر کیا ہے (ج ۴ : ص ۱۹۹) کہ حضرت خالدؓ سیف اللہ نے مع دستہ فوج جب ایرانی علاقے سے شام جاتے ہوئے کربلا میں پڑاؤ ڈالا تھا ان کے گھوڑوں کو مکھیوں نے اس درجہ ستایا کہ ایک ساتھی نے قطعہ شعر کہہ کر حضرت خالدؓ کو متوجہ

کیا کہ یہاں نہ ٹھہریں، علاوہ ازیں یہاں تھوڑی سی زمین کھودنے سے پانی نکل آتا تھا۔ ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤلف نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ نے ایک کدال زمین پر ماری تو صاف پانی نکل آیا "ناگاہ آبے زلال وگوارا جوشید واصحاب آنحضرت ،ہو شید و مشکہا پر آب کردندہ" یعنی یکایک صاف پانی آب زلال وگوارا زور سے نکل پڑا آپ کے ساتھیوں نے نوش کیا اور مشکیں بھی پانی سے بھر لیں (کتاب دوئم ج ۶ : ص ۲۲۵، مطبوعہ ایران) پھر شیعہ راویوں نے مصنوعی جنگ کی تیاری کے لئے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے پانی میں نورہ گھولنے اور بدن کے بالوں کا صفایا کرنے کیلئے بدن پر مل کر نہانے کی روایتیں بھی لکھی ہیں باوجود ان روایتوں کے "ماتم حسین" کے مرثیوں میں پانی بند کئے جانے کا رونا بھی رویا جاتا ہے اور عباس برادر حسینؓ کے دریا کے پانی کی مشکیں بھر لانے کی وضعی حکایتیں بھی بیان کی جاتی ہیں۔ منع آب کے اس پروپیگنڈے کا جو صدیوں سے طرح طرح ہوتا رہا ہے غیر شیعوں پر بھی یہ اثر پڑا کہ ایامِ محرّم میں شربت بنا بنا کر تقسیم کرنے، نامزد کر کے آرائش کے ساتھ سبیلیں لگانے، اس پر خوب روپیہ صرف کرنے اور اس کو اجر و ثواب کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ جیسا بیان ہوا ہے منع آب اور پانی کی بندش کا تو کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔ اور نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ ایک تو حسینؓ قافلہ کا ۱۰ محرّم سے پہلے اس مقام پر پہنچنا ممکن ہی نہ تھا، دوسرے یہ کہ حضرت حسینؓ تو اس مقام پر اپنے عزیز قریب یزیدؒ بن معاویہؓ خلیفہ وقت سے بیعت کرنے کی غرض سے ان کے پاس جاتے ہوئے ٹھہرے تھے، تیسرے یہ کہ اس مقام اور اس کے قرب وجوار میں متعدد چشمے پانی کے جن کی تفصیل بیان ہو چکی ہے موجود تھے اہلِ سُنّت کو ان حقائق کے پیش نظر نامزد کر کے سبیلیں لگانے سے جو شرعاً ناجائز ہے اجتناب کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

تعزیہ داری

تعزیہ کے معنی ہیں صبر کی تلقین جو کسی کے عزیز قریب کے مرنے پر اس کے ورثاء سے کی جاتی ہے اور جیسا کہ علمائے کرام کے فتوؤں اور احکام شریعت سے واضح ہے کہ کسی کے مرنے پر تین دن کا سوگ اور تین دن تک تعزیہ کرنا جائز ہے۔ جس میں نہ رونا پیٹنا ہے اور نہ چیخنا چلانا، نہ کپڑے پھاڑنا، نہ گریبان چاک کرنا، نہ بال نوچنا، نہ سینہ کوٹنا، نہ زانو اور رخساروں پر ہاتھ مارنا، اور نہ اجتماع سے جزع وفزع کرنا۔ یہ سب باتیں شریعت کی رو سے ناجائز اور حرام ہیں اب یہ سب کچھ معہ شی زائد جو خرافات ہیں جس تعزیہ میں ہوتا ہے وہ محرّم کا تعزیہ ہے جو سوائے ہند و پاکستان کے کسی اور ملک میں نہیں پایا جاتا "مجاھد اعظم" کے شیعہ مؤلف لکھتے ہیں (ص ۳۳۳)

"تعزیہ جس طرح ہندوستان میں ہوتے ہیں کہیں بھی نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ ایران میں جو شیعوں کا خاص گھر ہے وہاں بھی اس کا رواج نہیں ...... آخر اس کی ابتداء کب سے ہوئی اور کس نے کیا اور کیوں ہوئی۔ افسوس ہے کہ اس سوال کے جواب میں تاریخ خاموش ہے" امیر تیمور کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ اس نے ہندوستان فتح کر کے عشرۂ محرّم میں تعزیہ داری شروع کرائی محض غلط ہے۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ امیر تیمور عشرۂ محرّم کے بعد ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوا تھا اور ۶ ربیع الاوّل ۸۰۰ھ میں دہلی آیا اور ۲۲ ربیع الاوّل کو یہاں سے کوچ کر کے ۲۹ جمادی الثانی کو سرحد ہند سے باہر چلا گیا۔" مجاہد اعظم کے مولف مزید لکھتے ہیں کہ "گنبد دار تعزیہ کا رواج غالباً لکھنؤ سے شروع ہوا ہے بعض سن رسیدہ لوگوں سے سنا گیا ہے کہ آغاز زمانہ نواب آصف الدولہ بہادر میں اوّل ایک سبزی فروش نے بانس اور کاغذ کا تعزیہ بنایا تھا۔ جب وہ سبزی فروش مر گیا تو وہاں میر باقر نے ایک امام باڑہ بنوادیا اس کے بعد ویسے ہی تعزیوں کا رواج ہوا، رفتہ رفتہ اراکین خاندان سالار

جنگ نے گنبد دار تعزیوں کی رواج دیا اور لطافت و زینت روز بروز بڑھتی گئی شدہ شدہ تمام ہندوستان میں اس کا رواج ہو گیا اور شیعوں کے علاوہ سنّی بلکہ ہندو بھی اس میں حصہ لینے لگے" اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نوابان اودھ نے اپنے علاقے میں بستی بستی جس کسی نے تعزیہ رکھنے اور امام باڑہ بنانے کا وعدہ کیا یا جس کو ان کے اہلِ کاروں نے اس کی ترغیب دلائی اسی کو بیدریغ وظیفے جاگیریں وعطیات حسبِ حالت دیئے گئے ۔ پھر کیا تھا اس شرک زار ہند میں تعزیہ کا رواج خوب پھلا پھولا ، نوابان اودھ اور ان کے امراء نے سونے کا تعزیہ چاندی کا تعزیہ اور دوسروں نے لکڑی کا تعزیہ ، ٹین کا تعزیہ گھاس کا تعزیہ کاغذ کا تعزیہ بنایا اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں روپیہ صرف کیا ، تعزیہ کے جلوسوں میں میلے ٹھیلوں تہواروں کا رنگ ، ڈھول تاشے کا شور ، مرد و عورت کا مخلوط اژدہام ، سمع و بصر کے گناہوں کا اہتمام ، تعزیوں کے آگے گنگا پھری کھیلنے کے اکھاڑے ہوتے ہیں۔ بعض تعزیوں میں شبیہیں رکھی جاتی ہیں جس پر شیعہ مؤلف "مجاہدِ اعظم" نے بھی سخت احتجاج کرتے ہوئے اسے حرام بتایا ہے جنوبی ہند میں جو خرافات ہوتی ہیں اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"جس طرح شمالی ہندوستان کے اکثر شہروں میں علم اٹھائے جاتے ہیں اسی طرح جنوبی ہندوستان کے بعض شہروں خصوصاً حیدر آباد اور بھوپال وغیرہ میں "نعل صاحب" کی سواری نکالی جاتی ہے۔ شاہانِ دکن میں سے (جو شیعہ تھے) کسی خوش اعتقاد نے اپنی قبر میں رکھوانے کیلئے کربلائے معلی سے خاک پاک منگوائی تھی اتفاقاً اس میں گھوڑے کا ایک بوسیدہ نعل بر آمد ہوا اس وقت اس کی نسبت یہ مشہور کیا گیا کہ یہ سید الشہداء کے گھوڑے کا نعل ہے۔ بعد ازاں اس کی زیارت ہونے لگی، جلوس کے ساتھ نکالا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ ایک "نعل صاحب" کے بدلے سیکڑوں "نعل صاحب" بن گئے ، حیدر آباد میں نعل صاحب کی سواری کے ساتھ نہایت ہی مزخرف

حرکتیں کی جاتی تھیں۔ بالکل ہولی کا سانگ بن جاتا تھا۔ کوئی ریچھ ، کوئی بندر بنتا، تخت رواں پر نو عمر لڑکے پر کمّا کا سانگ بنائے طبلہ سارنگی کیساتھ ہوتے تھی" ان خرافات کے بعد بھی مؤلف یہ لکھتے ہیں کہ :-

"افسوسناک بات یہ بھی ہے کہ تعزیوں کی زیارت کے بہانے مرد اور عورتیں راتوں کو جا بجا پڑے پھرتے ہیں۔ جوان مرد اور عورت ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں بدن سے بدن ، کندھے سے کندھے رگڑے جاتے ہیں۔ نامحرموں کی نظر عورتوں پر پڑتی ہے آپس میں تاک جھانک کا موقع ملتا ہے۔ خصوصاً تعزیے کے پاس جہاں روشنی زیادہ ہوتی ہے، آنکھ ، ناک اور بدن کی خوبصورتی بد صورتی اچھی نظر آتی ہے۔ بعض غیرت دار مرد اپنی عورتوں کو خود ہی ساتھ لئے پھرتے ہیں۔"

ان شیعہ مؤلف کو بھی اعتراف ہے کہ تعزیہ داری ایک لغو کھیل تماشہ بن کر رہ گئی ہے۔ جاہل سُنّی بھی تعزیہ داری میں ایسی ایسی مذموم حرکتیں کرتے ہیں جو شرک کو پہنچ جاتی ہیں۔ کسی نے تعزیہ کے روح و جسم کا یوں نقشہ کھینچا ہے ۔

تعزیوں کی جگمگاہٹ جاہلوں کا مدّعا
مشعلوں کی روشنی مہتابیوں کی وہ ضیا
اور وہ[1] یا لیتنی کنت معہم کی صدا
وہ شب غم جس میں مخفی لطف روز عید کا
سانگ وہ بہروپیوں کی دنگلوں کی دھوم دھام
ہر قدم پر نعرہ ہائے یاعلی و یاامام

☆☆☆☆☆

---

[1] " بعض شیدائیان حسین یہ نعرے لگاتے ہیں اے کاش میں آپ کی معیت میں ہوتا"

وہ سبیلوں کی نمائش جھنڈیوں کا کھٹکھٹا
کورے کورے مٹکے جن میں سرد شربت قندکا

جلوہ گر مصنوعی پنجہ شاہِ مردان کا جُدا
اور وہ تمثال ذلدل رختِ پیکر کربلا

بھس اُڑانا سر پہ اور رونا زبر دستی کا وہ
اور نمونہ مشتے بازار جنگ کی ہستی کا وہ

نام کی ہوتی ہے عشرہ میں خیراتِ کثیر
ہے کہیں روٹی کہیں کھچڑہ کہیں ملتی ہے کھیر

مجلسیں کرتے عزاداری کے ہیں اکثر امیر
بنتے ہیں خوش اعتقادی سے محرّم کے فقیر

پہنتے ہیں لوگ اکثر جا بجائے سبز رنگ
ہوتی ہے گنگا پھری مُفت کی مصنوعی جنگ

مجلسوں میں نوحہ خوانوں کی عجیب ہوتی ہے دھوم
پاک دامن عورتوں کا دیکھ لو ہر جا ہجوم

وہ محرّم کے سپاہی جیسے فوج شام وروم
اس سرے سے اس سرے تک سینہ کوبی بالعموم

اور تماشا گاہ اعالم تعزیہ داروں کے گھر
جلتے ہیں فانوس روتی ہے شمع با چشم تر

بانس کے وہ ڈھانچ جن پر کاغذی ہو پیرہن
تعزیہ کہتے ہیں اس کو سب یہاں کے مرد و زن

جانکر روضہ شہید کربلا کا نیک تن
پوجتے ہیں وہ ہی جنکا لقب ہے مت شکن

اشرف المخلوق اور خیر الامم ہے کیا غضب
مانتے ہیں منتیں اور مانتے ہیں اس کو رب

اور بھی رسمیں بہت سی ہند و پاکستان میں
اعتراض آتا ہے جس سے اور خلل ایمان میں

ہے حدیثوں میں مذمت جن کی اور قرآن میں
جن سے بٹہ لگتا ہے اسلامیوں کی شان میں

ہیں بری بنیاد مذہب کے لئے جو مثل سیل
کلمہ گویوں میں ہوئیں رائج جہالت کے طفیل

تعزیہ داری کو پیشوایان دین و علمائے و مفتیان شرع متین نے اپنے فتوؤں میں اسی بناء پر تو ناجائز اور حرام بتایا ہے کہ یہ لہو و لعب ہونے کے علاوہ فسق و فجور اور شرک وبدعت سے خالی نہیں اور اسلام کی صاف ستھری تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام زندہ مذہب ہے اور زندوں کی دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات کے لئے آیا ہے مُردوں پر رونا پیٹنا اس کا شعار نہیں۔ تعزیہ اور تابوت کی حضرت حسینؓ کی قبر اور روضہ کی نقل جو بنایا جاتا ہے۔ شیعوں کے ممتاز مجتہد ابن بابویہ کی مشہور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے باب النوادر (ص ۵۰) میں حضرت علیؓ کا یہ ارشاد درج ہے کہ من جدد قبراً و مثل مثالا فقد خرج عن الاسلام (یعنی جس کسی نے نئی قبر بنائی یا قبر کی نقل بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔) تعزیہ و تابوت بھی قبر کی نقل ہے۔ حضرت علیؓ کے معتقد تعزیہ داروں کی اس فعل سے تائب ہو کر اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔

☆☆☆☆☆

خلاصۂ کلام

تاریخ حقائق اور شیعہ سُنّی مصنفین کے متفقہ بیانات سے بدرجہ یقین ثابت ہے کہ حادثہ کربلا کے تین سو برس بعد تک ماتم حسین نہ ان کے ہاشمی و قریشی خاندان میں کبھی منایا گیا اور نہ مکّہ و مدینہ اور ملک عرب میں کہیں اس کا وجود تھا۔ اور نہ خود عراق میں۔ ماتم حسین اور عید غدیر رسموں کی ایجاد اور ابتداء ایرانی تژادوزیر سلطنت امیر الامراء معزالدولہ نے ۳۵۲ھ میں اپنی سیاسی مصلحتوں سے بغداد میں کی تھی، دیگر مؤرخین کے بیانات کی طرح جو پہلے نقل ہو چکے ہیں "دی رینا سینس آف اسلام" کے مؤلف کا بھی یہی بیان ہے کہ معزالدولہ امیر الامراء نے حکم دیا کہ دسویں محرّم کے دن بغداد کے سارے بازار بند ہوں، قصاب بھی اپنی دکانیں بند رکھیں، نان بائی کھانہ نہ پکائیں، حوض پانی سے خالی کر دیئے جائیں، گھڑے اور مٹکے اوندھے کر دیئے جائیں، عورتیں بال بکھیرے، چہرے سیاہ کیے پھٹا بوسیدہ لباس پہنے، منہ پیٹتی ماتم حسین کرتی بازاروں کا چکر لگائیں، ماتم کی یہ نوعیت ہی عجمی ذہنیت کا ثبوت ہے۔ عورتوں کے سوائے مردوں کے ماتم و سینہ کوبی کا ذکر نہیں اور نہ تابوت و تعزیہ و دلدل کا۔ ظاہر ہے کہ محرّم کی دوسری مروّجہ رسموں کا بمرور زمانہ وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا۔ ضمناً پہلے ذکر آچکا ہے کہ معزالدولہ فوجی قوت سے عباسی خلافت کے خاتمہ کرنے کا قصد کر رہا تھا، اپنے ایک مشیر کے سمجھانے سے یہ اقدام تو نہ کر سکا۔ لیکن فروغ شیعیت کے متعدد اقدامات سے زبردست حزب مخالف کی تنظیم کر دی اس کے اور اس کے جانشینوں کے زمانے میں ظہورِ مہدی کے بارے میں غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ کا تعین بھی کیا گیا اور اپنے ائمہ کا نام لے کر کہا گیا کہ وہ ظاہر ہو کر شیعوں کی حکومت قائم کر لیں گے۔ معزالدولہ کے بویہ خاندان کے اقتدار کا خاتمہ تو ایک صدی میں ہو گیا تھا۔ لیکن ماتم حسین اور عید غدیر وغیرہ رسموں کے ذریعے جس

تحریک کی بنیاد اس کے زمانے میں پڑ گئی تھی۔ تقریباً دو صدی بعد مؤیدالدین علقمی آخری وزیر خلیفہ عباسی اور مشہور شیعی فاضل محقق نصیر الدین طوسی وغیرہ نے تاتاری کفار سے سازش کر کے ساتویں صدی ہجری میں اکثر اسلامی سلطنتوں اور عباسی خلافت کا خاتمہ کرادیا۔ اہلِ سُنّت کی اسلامی سلطنتوں کی بنیاد ہی اور بعد میں صفوی حکومت کے قائم ہونے کو غالی فرقے نے مہدی و قایم آلِ یٰسین کے تصرفات کا نتیجہ بتایا ہے جسے یوں نظم کیا گیا ہے ۔

بماہِ صفر نکلیں گے مہدی دین
ظہور ان کا ہو گا بصد عز و تمکین
امامِ زماں، قائم آلِ یٰسین
جو شیعوں کو دیں گے حکومت کام مین
مٹائیں گے شوکت وہ عباسیوں کی
انہی سے حکومت وہ برباد ہو گی
لگانا ہے اس کا اگر کھوج یار و
پتا ساتویں ہی صدی میں لگاؤ
زوال آلِ عباس کا ڈھونڈتے ہو
تو چشم یقین سے ہلاکو کو دیکھو
جو علامہ طوس اور علقمی کی
تبہ کن تھی سازش زمانہ میں مخفی
ہلاکو کو بغداد میں کھینچ لائی
قیامت ایک اسلام و مسلم پہ ڈھائی

بلا ناگہانی خلافت پہ آئی
لرزاٹھی صدمہ سے جس کی خدائی

غرض جس کے ذریعے یہ حالت ہوئی ہے
امام اور مہدی و قایم وہی ہے

یہ لکھتے ہیں خود جو مؤرخ ہیں شیعہ
کہ مخفی رہا علقمی کا عقیدہ

بس اکیس سال اس نے کر کے تقیہ
خلیفہ پر اپنا جمایا تھا سکّہ

محقق مشیر ہلاکو ہوئے جب
تو سمجھے حدیث ائمہ کا مطلب

شیعہ سُنّی تنازعہ کی نوعیت اصلاً سیاسی امور سے متعلق رہی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفیوں میں پھر ہل چل مچی اور حضرت حسینؓ کو حصولِ خلافت پر آمادہ کرنے کیلئے دوڑدھوپ کرنے لگے، آخر میں جو خط بھیجا اس کا مضمون ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤرخ کے علاوہ ابن کثیر نے بھی یہ لکھا ہے۔

اما بعد ! فقد اخضرت الجنان وا ينعت الثمار ولطمت الحمام فاذاشئت فاقدم على جند لك مجندة و السلام عليك۔

امابعد ! باغ و بوستان سر سبز ہو گئے ہیں، میوہ و پھل تیار ہیں، زمین میں سبزہ اگ آیا ہے اب موقع ہے کہ آپ اس فوج و لشکر کی جانب تشریف لے آئیں، جو آپ کی ہر خدمت کے موجود و مستعد ہے۔

خطوط کے علاوہ بہت سے کوئی بھی ان کے پاس آئے ۔ حضرت حسینؓ کو چونکہ طلب خلافت کا خیال پہلے ہی سے تھا۔ ہر چند آپ کے عزیزوں خیر خواہوں نے

سمجھایا کوفیوں کی تلون مزاجی اور غداری کے واقعات سے آگاہ کیا۔ مگر آپ کو کوفیوں کے مواعید کے پورا یقین ہو گیا تھا کسی کی بات نہ مانی بالا آخر وہ ہی بات پیش آئی جس کا خطرہ ان کے چچا حضرت عبداللہ بن عباس، ان کے بہنوئی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، حضرت عبداللہ ابن عمر اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم و مخلصین کو تھا۔ کوفی غداری نہ کرتے اور آپ کوفے پہنچ کر اس فوج و لشکر کے ساتھ جس کا ذکر مندرجہ بالا خط میں ہے۔ خلیفہ وقت کا مقابلہ کرتے فتح مند ہو کر اپنی خلافت قائم کر لیتے مگر کوفیوں کی غداری سے معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ یہ آپ کی طینت کی برکت تھی کہ اثنائے راہ میں صورت حال کا صحیح جائزہ لے کر کوفہ کے راستے سے پلٹ گئے۔ طلب خلافت کا خیال ترک کر کے خلیفہ وقت کی بیعت کرنے کیلئے جو ان کے عزیز قریب بھی تھے کربلا پہنچے تھے کہ ان کے ساتھی ساٹھ کوفیوں ہی نے بغاوت پر آمادہ کرنے کی سزاء میں اپنے سر قلم ہوتے دیکھ کر جیساکہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ہنگامہ برپا کر کے ظلماً و غدراً شہید کر دیا۔

حضرت حسینؓ کے اس المناک واقعہ کو شیعہ مصنفین خصوصاً مقتل حسینؓ کے مؤلف ابو مخنف نے جس کو ائمہ رجال نے کذاب کہا ہے انتہائی غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور ان کی شہادت کو تمام شہداء اسلام سے افضل بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید میں جو یہ فرمایا ہے۔ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ یعنی جو لوگ فتح مکّہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کر چکے اور جانیں دے چکے ان کا درجہ اللہ کے نزدیک زیادہ ہے، بمقابلہ ان کے جنھوں نے فتح مکّہ کے بعد مال خرچ کیا یا جانیں دیں۔

اب جس شخص کا ایمان قرآن پر نہ ہو وہ البتہ حضرت حسینؓ کو سید الشہداء کہہ سکتا ہے۔ ان کی شہادت قتل فی سبیل اللہ کی نہ تھی، جیساکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے نواسے حضرت علیؓ بن سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کی تھی کہ وہ دین کی حمایت میں کفار سے لڑ کر شہید ہوئے تھے قتل فی سبیل اللہ کا

مطلب یہ ہے کہ اس شہید کے قاتل اور مقابل کفار ہوں اور یہ لڑائی دین کی حمایت و نصرت میں ہو، خالص رضائے حق کی نیت سے ہو اور اس راہ میں قدم اٹھانے کے بعد ارادہ اور رائے میں تبدیلی نہ ہو۔ واپسی کے لئے پیچھے قدم نہ اُٹھائے اور نہ مقابل سے واپسی کے لئے شرطیں کرے۔ اب عدل و دیانت سے محوس تاریخی واقعات کو عقل و امانت سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ کا اقدام نہ کفار سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تھا۔ نہ نصرت اسلام کے لئے نہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھا۔ کوفیوں کے فریب میں آکر محض طلب خلافت کے لئے تھا، جو لوگ ان کی شہادت کو جو کوفی بد معاشوں کی غداری سے ہوئی قتل فی سبیل اللہ کہتے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ حضرت حسین کو جہاد فی سبیل اللہ سے روگردانی کرنے والا اور مفروضہ دشمنانِ دین سے واپسی کی اجازت مانگنے والا ظاہر کر کے ان کی حمیتِ دینی پر الزام عائد کرنے کے درپے ہیں۔ ان کی شہادت من قتل دون مظلمة سے یعنی کوفیوں کی غداری سے ہوئی تھی۔ ان کی موت کے ان حالات میں جو جملہ مؤرخین نے کم و بیش لکھے ہیں، ان کی شہادت کو ذبح عظیم کہنا قرآن مجید کی تحریف ہے۔ عقیدت کے اندھے جوش میں اور شدّت مبالغہ اور شاعرانہ جدّت طرازی سے ایک غالی شیعہ معین الدین کاشانی کی اس مہمل رباعی کو بہت اُچھالا جاتا ہے یعنی۔

شاہ است حسین و بادشاہ است حسین
دین است حسین و دین پناہ است حسین
سردار و نداودست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہٰ است حسین

اس رباعی کے مہمل ہونے کی پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت حسینؓ نہ کہیں کے

بادشاہ تھے شہنشاہِ حکومت کی خواہش ضرور کی مگر ناکام رہے۔ کسی نبی کی شخصیت بھی دین نہیں ہوتی۔ وہ دین لانے والا ہوتا ہے۔ نہ کہ دین پناہ خلیفہ وقت و امام کی بیعت میں داخل ہونا، ازروئے شریعت ہر مسلمان پر واجب تھا اور آپ بھی بیعت کرنے کی غرض سے براہ کربلا دمشق جا رہے تھے۔ چوتھا مصرعہ انتہائی لغو اور حضرت حسینؓ کی محترم شخصیت پر اتہام ہے۔ یعنی اس احمق شاعر نے ان کو لَاالٰہ کی بنا یعنی انکار خدا کی بنا بتایا ہے۔

لَاالٰہ کے ساتھ اِلاّاللہ نہ کہنے سے منکر خدا ہونے کا اتہام معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کس حماقت و بے ہودگی سے عائد کر رہا ہے۔ لَااِلٰہ اِلاّاللہ کی بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کے عقیدے کی بنیاد تو خود نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ آپؐ کی ہی ۲۳ سالہ تبلیغ سے دین اسلام پھیلا۔ یا پھر آپ کے والدین معہ ۳۱۳ بدری صحابی لَا اِلٰہ اِلاّاللہ کی بنیاد ہیں جن کے بارے میں آپ نے سربسجود ہو کر بارگاہ رب العزت میں عرض کیا تھا کہ اگر یہ ۳۱۳ بندے فنا ہو گئے تو یا اللہ پھر روئے زمین پر تیری پرستش کبھی نہ ہو گی۔ یہ درخواست آپ کی قبول ہوئی۔ بت پرستوں کو شکست ہو کر وحدانیت کا ڈنکا بجایا۔ اس وقت تو حضرت حسینؓ کا اس عالم میں وجود تو درکنار ان کے والدین کی شادی تک بھی نہیں ہوئی تھی یا پھر بعد وفاتِ نبوی فتنہ ارتداد کا قلع قمع کر کے دین واحدانیت کی جڑیں مضبوط کرنے والے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابو بکر صدیقؓ "لَااِلٰہ اِلاّاللہ" کی بنیاد کہے جا سکتے ہیں۔ یا حضرت عثمان ذوالنورینؓ جنھوں نے قرآن مجید کو ایک قرأت پر محفوظ کر کے دین کو تحریف سے بچالیا۔

اس مہمل رُباعی کو مماثلت اسی سے شاہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے منسوب کرنا اور بھی لغو ہے اول تو شاہ صاحب موصوف کو شعر و شاعری سے کبھی واسطہ نہ تھا، جو دیوان ان سے منسوب ہے مقالات شیرانی میں غایت تحقیق سے ثابت

کر دیا ہے وہ غلط منسوب ہے۔ حضرت حسین کے بارے میں جوشِ عقیدت میں اس درجہ غلو آپ کی اور آپ کی نسل کے ان اشخاص کی سیاسی ناکامیوں کی پردہ پوشی کے لئے ہے۔ جنھوں نے حصولِ خلافت کیلئے کئی صدیوں تک خروج کئے تھے اور تقدیر الٰہی سے ناکام رہے تھے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسی بات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"در عنایت ازلی مقرر بود کہ ہیچگاہ حضرت علی مرتضٰی واولاد اوتان اوان قیامت متصور نشوند وہیچگاہ خلافت ایشاں علی وجہا صورت نہ گیرد"

محمود احمد عباسی

۱۰ مارچ ۱۹۶۸ء